امام علی رضا علیہ السلام

حجۃ الاسلام والمسلمین
علامہ سید رضی جعفر نقوی مدظلہ العالی

سوانح حیات

امام ہشتم

حضرت علی رضا علیہ السلام

تالیف

حجتہ الاسلام المسلمین

علامہ سید رضی جعفر نقوی

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر 18168 کراچی 74700 پاکستان

نام کتاب	:	علی رضا علیہ السلام
مؤلف	:	علامہ سید رضی جعفر نقوی
ناشر	:	عصمہ پبلیکیشنز، کراچی۔
تعداد اشاعت	:	500
تاریخ اشاعت	:	فروری 2007ء
ایڈیشن	:	اوّل
ہدیہ	:	60 روپے
مشیر قانون	:	پروفیسر حاجی سید سبط جعفر زیدی ایڈووکیٹ
		جناب سید شبر رضوی ایڈووکیٹ
سرورق ڈیزائننگ	:	سید امتیاز عباس

اسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ کرشن نگر۔ لاہور۔
مکتبہ الرضا۔ ۸ بیسمنٹ میاں مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔
محفوظ بک ایجنسی۔ رستم نگر۔ لکھنؤ۔
خراسان بک سینٹر، بریٹو روڈ۔ کراچی۔
زیدی بک اسٹال، خراسان، کراچی۔
محمد علی بک ڈپو، جی 9/2، کراچی کمپنی، اسلام آباد۔
سودے بکس لائبریری اینڈ اسٹیشنرز، اسکردو، بلتستان۔
شاہ جی اسلامک سی ڈیز سینٹر، بریٹو روڈ، کراچی۔
رحمت اللہ بک ڈپو۔ کھارادر۔ کراچی۔
حسن علی بک ڈپو۔ کھارادر۔ کراچی۔
عباس بک ایجنسی۔ رستم نگر۔ لکھنؤ۔
احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی۔
سید محمد ثقلین کاظمی، جی 6/2، اسلام آباد۔
محمد علی بک ڈپو، بریٹو روڈ، کراچی۔
سکندر تبرکات سینٹر، بریٹو روڈ، کراچی۔
احمد بک ڈپو، انچولی، کراچی۔
مکتبہ علویہ مرکز تبرکات وتحائف، رضویہ سوسائٹی، کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والاکرام علی خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین۔

واللعنۃ علی اعدائھم اجمعین من یوم ظلمھم الی قیام یوم الدین۔

امابعد:

پروردگارِ عالم کا لاکھوں احسان کہ اُس نے اِس بندہ ناچیز کو یہ سعادت بخشی کہ حضرت سلطان العرب والعجم، امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر قلم اٹھاؤں۔

اس سے قبل اُسی کی توفیق سے سرکارِ ختمی مرتبت، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی حیاتِ طیبہ پر دو جلدیں، خاتونِ جنت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظمؑ تک، ہر امام کی سیرتِ طیبہ پر ایک ایک کتاب نذرِ ناظرین کر چکا ہوں۔

جب اپنی تہی دامنی کو دیکھتا ہوں تو مالکِ دو جہاں کے خصوصی لطف و کرم کا احساس، اور قوی ہو جاتا ہے کہ اُس نے اس عظیم الشان خدمت کا شرف عطا فرمایا:

فلہ الحمد ولہ الشکر

امامِ ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں اربابِ فکر و دانش کے لئے فہم و بصیرت کے سینکڑوں پہلو ہیں۔

اور جس طرح ہمارے ہر امام نے زمانہ کی چیرہ دستیوں اور ظالم حکمرانوں کی سفاکیوں کے باوجود حق کے پرچم کو بلند رکھا، اور صفحۂ حیات پر وہ تابندہ نقوش ثبت فرمائے جن کی تجلیاں صبحِ قیامت تک بنی نوعِ انسان کے قلوب و اذہان کو منور کرتی رہیں گی۔

اسی طرح امامِ ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام نے ہدایت کے وہ چراغ روشن کئے جن کی ضیا باریاں تشنگانِ علم و معرفت کی سیرابی کا ہمیشہ سامان فراہم کرتی رہیں گی۔

جس طرح سلسلۂ نبوت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہِ وقت نے ولیعہدی کے منصب پر فائز کیا اسی طرح سلسلۂ امامت میں، امامِ ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کو بادشاہِ وقت نے ولیعہدی کا منصب پیش کیا۔

لیکن چونکہ دونوں بادشاہوں کی نیتوں میں فرق تھا، اسی لئے منصبِ ولیعہدی کی قبولیت کے سلسلہ میں دونوں ہادیانِ برحق کا طرزِ عمل بھی مختلف نظر آیا۔

دنیا کے بادشاہان، اپنے دسترخوان پر صرف اپنے ہم مرتبہ افراد کو ہی بٹھانا پسند کرتے ہیں، لیکن دین کے ذمہ دار تمام بندگانِ خدا کو شفقت و رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اُن کے نزدیک تمام بنی نوعِ انسان ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے، بلند صرف وہ ہے جس کا کردار بلند ہو، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(اے لوگو۔ ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا، اور تمہارے لئے خاندان و قبیلے قرار دیئے، تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، بیشک تم میں سے، خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، یقیناً خداوند عالم خوب جاننے والا، باخبر ہے)

(سورہ الحجرات پارہ ۲۶)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب غذا تناول کرنے کے لئے بیٹھتے تھے تو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کو، دسترخوان پر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں مختلف ادیان و مذاہب کے لوگوں سے جو مناظرے کئے ہیں، وہ تاریخ کا ایک نہایت ہی تابندہ و درخشندہ باب ہے۔

کبھی ہندوستان سے آتے ہوئے طبیبوں سے مناظرہ۔

کبھی مختلف ملل و نحل کے نیچ فکر علماء سے مناظرہ۔

کبھی حاکم وقت سے مناظرہ۔

اور ان تمام مناظروں میں آپ نے عقل و منطق اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسا محکم استدلال قائم کیا کہ مخالفین کے لئے، سر جھکانے کے سوا، کوئی اور

چارۂ کار باقی نہ رہا، اور ہزاروں کے مجمع میں انھیں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ حق وہی ہے جو امامِ وقت کی زبان پر جاری ہے:

قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام کے واقعات کے دوران ایسی باتیں ملتی ہیں، جو بادی النظر میں فہم بشر سے ماورا نظر آتی ہیں۔

اسی طرح ایسی آیات بھی بکثرت ہیں جن سے ظاہری طور پر خداوند عالم کے اعضاد جوارح کا ذکر نظر آتا ہے۔

یا انبیائے کرام کی طرف ایسی باتیں منسوب نظر آتی ہیں، جو اُن کی رفعت شان سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حاکم وقت کے دربار میں ہزاروں کے مجمع میں عقلی اور منطقی دلائل و براہین کے ساتھ ایسی گفتگو فرمائی کہ ذہنوں پر چھائی ہوئی شکوک و شبہات کی بدلیاں چھٹ گئیں اور حقیقت کا سورج ابھر کر قلوب و اذہان کو منور کر گیا۔

زیر نظر کتاب میں، قرآن مجید، شیعہ سنی تفاسیر، نہج البلاغہ، منتہی الامال، بحار الانوار، مناقب ابن شہر آشوب، حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا دراسۃ و تحلیل، الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا علیہ السلام، عیون اخبار الرضا، اسلام والطب الحدیث، منہاج الصالحین، تاریخ العرب، روح الدین الاسلامی، الصواعق المحرقہ، کنز العمال، کنوز الحقائق، اصول کافی، وسائل الشیعہ، المیزان، مواہب الرحمان، تحف العقول، تاریخ الیعقوبی، الفصول المہمہ، نور الابصار، تہذیب التہذیب اور عالم اسلام کی دیگر مشہور کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

آپ کے عظیم المرتبت والدین

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ہیں
جو حضرت رسولؐ خدا کے ساتویں جانشینِ برحق، منصبِ امامت کے ساتویں تاجدار
اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد آن کی مسندِ علم کے وارث تھے۔
جو بابُ الحوائج کے لقب سے مشہور ہیںؑ۔ اور عراق کے دار الخلافہ بغداد سے
متصل کاظمینؑ نامی شہر میں ان کا روضۂ اقدس زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب نجمہ خاتونؑ
عفت و طہارت اور نجابت و فضیلت کے تمام دینی اوصاف سے مالامال ایک
باعظمت خاتون تھیں۔
مورخین نے تصریح کی ہے کہ:
"آپ کا سلسلۂ نسب اشرافِ عجم تک منتہی ہوتا ہے۔
امام موسیٰ کاظمؑ کی زوجیت میں آنے سے قبل اُن کو دیکھ کر اہلِ کتاب کی ایک
بامعرفت خاتون نے کہا تھا کہ:
اُن کو روئے زمین کے سب سے بہتر انسان کے پاس ہونا چاہیئے۔ پھر یہ
ایک ایسے فرزندِ عالی قدر کی ماں بنیں گی، جس کے سامنے مشرق و مغرب کے

لے جن کے حالاتِ زندگی پر مشتمل مفصل کتاب سال گذشتہ قارئین کرام کی نذر کی جا چکی ہے۔ (مؤلف)

لوگ سرنگوں ہونگے۔

❁

راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے بیت الشرف میں پہونچیں اور اُن کے ذریعے سے امام رضا علیہ السلام کی ولادتؑ باسعادت ہوئی۔

❁

جناب نجمہؑ خاتون کے خاندانِ رسالت سے انتساب کے سلسلے میں یہ روایت بھی قابلِ ذکر ہے کہ:

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے (نجمہ خاتون) کو خداوند عالم کے (مخصوص) حکم سے اپنایا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ وضاحت فرمائیے:

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"میں نے خواب میں اپنے والدِ بزرگوار اور جدِّ امجد کو دیکھا کہ وہ کوئی ریشمی کپڑا لے کر آئے ہیں۔

انہوں نے اس کپڑے کو کھول کر پھیلایا تو ایک کُرتہ نظر آیا" جس پر اِنکی تصویر بنی ہوئی تھی۔

ان دونوں بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ:

ان کے ذریعہ تمہیں وہ فرزند نصیب ہوگا۔ جو تمہارے بعد تمام رُوئے زمین کے لوگوں سے افضل ہوگا۔

پھر میرے والد نے حکم دیا کہ:

جب فرزند پیدا ہو تو میں اس کا نام علیؑ رکھوں۔
اور ہمارے ان دونوں (بزرگوں) نے فرمایا کہ:
إِنَّ اللّٰهَ سَيُظْهِرُ بِهِ الْعَدْلَ وَالرَّحْمَةَ طُوبٰى لِمَنْ صَدَّقَهُ وَوَيْلٌ لِمَنْ عَادَاهُ وَجَحَدَهُ۔
(یقیناً خداوند عالم ان کے ذریعے سے عدل اور رحمت کو ظاہر (و غالب) کرے گا۔ خوش قسمت ہے وہ جو ان کی تصدیق کرے، اور عذاب ہے اس کے لئے جو ان سے دشمنی کرے، ان کا انکار کرے۔)

ملاحظہ فرمایئے:
الدر النظیم فی مناقب الائمہؑ
تالیف: یوسف بن حاتم الشافعی
بحوالہ: حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ
(باقر شریف القرشی)

اسمائے مبارکہ:
جناب امام علی رضاؑ کی والدہ ماجدہ کے مندرجہ ذیل نام کتابوں میں ملتے ہیں:
(۱): نجمہ خاتون — جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا۔
(۲): تکتم: عرب کے عالی نسب خاندانوں میں یہ نام رکھا جاتا تھا۔
(۳): اروی: جس کا ذکر شیخانی قادری کی کتاب

الصراط السوی اور نور الابصار میں آیا ہے۔

(۴) اُمّ البنین:۔ جیسا کہ ارشاد شیخ مفید میں ہے۔ لیکن یہ بظاہر اُن کی کنیت ہے۔

(حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ ص ۲۱:
باقر شریف القرشی)

ولادتِ باسعادت

مشہور قول کے مطابق امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت:

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ ہجری

کو مدینہ منورہ میں ہوئی، گویا اپنے دادا حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے ۱۶، یا ۲۶ دن کے بعد[1]

بیشتر علماء و مورخین، جیسے:

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الارشاد" میں۔

الشبراوی نے اپنی کتاب: "الاتحاف بحب الاشراف" میں۔

ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی معروف کتاب "کافی" میں۔

شیخ کفعمی نے اپنی کتاب: "المصباح" میں۔

شہید اول علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الدروس" میں۔

علامہ طبرسی نے اپنی کتاب: اعلام الوریٰ" میں۔

فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب "روضۃ الواعظین" میں۔

---

[1] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کی تاریخ معروف قول کے مطابق ۲۵ شوال ۱۴۸ھ ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ۔
پہلے قول کے مطابق، آپ کی شہادت کے "۱۶" دن کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔
اور دوسرے قول کے مطابق "۲۶" دن کے بعد۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "علل الشرائع" میں۔
تاج الدین محمد بن زھرہ نے: کتاب "غایۃ الاختصار" میں۔
ابن صباغ مالکی نے: "الفصول المھمۃ" میں۔
علامہ اردبیلی نے اپنی کتاب: جامع الرواۃ میں۔
مشہور مورخ مسعودی نے اپنی تالیف "مروج الذھب" میں
معروف تاریخ نگار ابوالفدا نے اپنی کتاب "تاریخ ابی الفداء" میں
گنجی شافعی نے اپنی کتاب: "کفایۃ الطالب" میں
مشہور مورخ ابن اثیر اپنی کتاب "تاریخ کامل" میں
ابن حجر مکی نے اپنی کتاب: "الصواعق المحرقۃ" میں
شبلنجی نے اپنی تالیف: "نور الابصار" میں
خطیب بغدادی نے: "سبائک الذھب" میں
سبط ابن جوزی نے اپنی مشہور کتاب: "تذکرۃ الخواص" میں۔
ابن الوردی نے اپنی تاریخ (تاریخ ابن الوردی) میں — اور
تاریخ الغفاری میں بھی یہی منقول ہے۔
نوبختی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔
عتاب بن اسد کہا کرتے تھے: "انہوں نے اہل مدینہ کو یہی بیان کرتے سنا ہے۔

ان کے علاوہ، دیگر بکثرت علماء و مورخین نے یہی لکھا ہے کہ امام ششم حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی جس سال شہادت ہوئی، اسی سال امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہے۔
البتہ۔ اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب 'المناقب' میں۔
ابنِ خلکان نے اپنی کتاب 'وفیات الاعیان' میں۔
ابن عبدالوہاب نے: "عیون المعجزات" میں ــ اور
یافعی نے اپنی کتاب: "مرآۃ الجنان" میں ــ آپ کی ولادت
باسعادت ۱۵۳ھ ہجری میں لکھی ہے۔

ایک اور قول یہ ہے کہ:
"آپ کی ولادت باسعادت ۱۵۱ھ ہجری میں
ہوئی۔
لیکن ان تمام اقوال میں سب سے معروف اور معتبر پہلا قول ہے کہ:
"آپ کی ولادت باسعادت ۱۴۸ھ میں اپنے دادا امام جعفر صادقؑ کی
شہادت کے چند روز بعد ہوئی)

آپ کی مادرِ گرامی فرمایا کرتی تھیں کہ:
"جس زمانہ میں میرا یہ نورِ نظر شکم میں تھا، میں جب سوتی
تھی تو میرے شکم کے اندر سے یہ آواز آتی تھی:
سبحان اللہ ـ والحمد للہ ـ ولا الہ الا اللہ۔
جسے سُن کر مجھ پر ہیبت سی طاری ہو جاتی تھی، لیکن بیداری میں آوازیں
میں نے نہیں سنیں۔
پھر جب میرا یہ نورِ نظر دنیا میں آیا تو اُس نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر
ٹیک کر، اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، اس وقت میں نے دیکھا کہ اُن کے

لب ہل رہے تھے۔ گویا وہ کسی سے گفتگو کر رہے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے:

اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۲۵۰

بحوالہ: عیون اخبار الرضا:

شیخ صدوق علیہ الرحم

نام۔ کنیت۔ اور القاب

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے جدِ بزرگوار امیر المومنین حضرت علیؑ اور جدِ امجد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمنام ہیں، اس طرح:

آپ کا نام : علیؑ۔

کنیت : ابوالحسن۔

مشہور القاب : رضا۔ صابر۔ زکی۔ ولی۔

نقش انگشتر : حسبی اللہ۔

لیکن ایک اور روایت کے مطابق آپ کی انگشتر مبارک پر یہ جملہ کندہ تھا : مَاشَاءَ اللّٰہ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

بعض مورخین نے آپ کے مندرجہ ذیل القاب بھی لکھے ہیں۔

سراج اللہ۔ کیونکہ آپ دینِ خدا کے لئے روشنی کا ذریعہ بن کر آئے۔

قرۃ عین المومنین۔ کیونکہ مومنین کے نزدیک آپ انتہائی محبوب القلوب تھے۔

الوفی۔ وفا آپ کے خاندان کا ہر دور میں طرہ امتیاز رہا ہے۔

الصدیق۔ جناب یوسفؑ کو قرآن مجید میں صدیق کہا گیا ہے اور آپ ولیعہدی میں انکے ہم منصب تھے۔

الفاضل۔ کیونکہ آپ اپنے زمانہ کے فاضل ترین اور کامل ترین شخص تھے۔

حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا : باقر شریف القرشی

عالمِ آلِ محمدؐ ـ کا منفرد لقب

جس طرح چھٹے امام کو "صادقِ آلِ محمدؐ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اُسی طرح آٹھویں امام کا لقب ہے:

"عالمِ آلِ محمدؐ"

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے عظیم المرتبت لوگوں اور اپنے جلیل القدر فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

هٰذَا اَخُوْكُمْ عَلِيُّ بْنُ مُوْسٰى عَالِمُ آلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ) سَلُوْهُ عَنْ اَدْيَانِكُمْ وَاحْفَظُوْا مَا يَقُوْلُ لَكُمْ ۔ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ اَبِيْ: جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) يَقُوْلُ لِيْ: اِنَّ عَالِمَ آلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ) لَفِيْ صُلْبِكَ، وَلَيْتَنِيْ اَدْرَكْتُهٗ، فَاِنَّهٗ سَمِيُّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(تمہارے یہ بھائی ـ علی رضاؑ ـ "عالمِ آلِ محمدؐ" ہیں، اپنے دین کی باتیں اُن سے دریافت کرنا ـ جو کچھ یہ کہیں اُسے محفوظ رکھنا کیونکہ میں نے اپنے والد (امام) جعفر صادق (علیہ السلام) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

"عالمِ آلِ محمدؐ" تمہارے صلب میں ہیں، امیر المومنین حضرت علیؑ

بن ابی طالبؑ) کے ہم نام ہیں۔ کاش میں اس وقت موجود ہوتا۔"

غور کرنے کی بات ہے کہ جس خاندان اور جس شجرۂ طیبہ میں ہر امام علم و حکمت کے آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتا ہو اس میں اگر کسی کو عالم آلِ محمدؐ کے نام سے یاد کیا جائے، تو اس کا علمی مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور وہ فضل و شرف کی کیسی عظیم الشان منزل پر فائز ہوگا۔

جیسے حضرت عباس علمدار کے لئے "قمر بنی ہاشم" کا لقب، کہ جس خاندان کے حسن و جمال کی ساری دنیا میں شہرت ہو اس میں اگر کسی کو خاندان کا چاند کہا جائے تو وہ کس قدر حسین و جمیل ہوگا۔؟

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کا وجودِ مقدس، پوری امتِ مسلمہ اور
اہلِ ایمان کے لئے جس خیر و برکت اور الٰہی فضل و کرم کا سرچشمہ تھا اس کے
بارے میں اُن کے جدِ بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام نے بہت پہلے
پیشین گوئی فرما دی تھی۔ چنانچہ

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی تصریح کرتے
ہوئے فرمایا کہ:

"وہ خداوندِ عالم کے ابواب میں ایک باب ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ایک
اور بات ہے۔

راوی نے پوچھا: "اے فرزندِ رسولؐ وہ کیا؟

امامؑ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم انھیں ایسا فرزند عطا کرے گا، جو اس امت
کا حامی و ناصر، اس کے لئے نور اور فضل و حکمت کا سرچشمہ ہو گا، اس کا بچپن بھی
عمدہ اور خو بھی اچھی ہو گی۔ خداوندِ عالم اس کے ذریعہ بہت سی جانوں کی حفاظت
کرے گا، باہمی معاملات کی اصلاح کرے گا، پراگندگی دور کرے گا"

زخموں کو پُر کرے گا، بے لباس کو لباس سے آراستہ کرے گا، بھوکوں کو سیر کرے گا، خوف زدہ لوگوں کو امان دے گا۔

اس کی برکت سے خدا بارش نازل کرے گا اور بندوں پر رحمت فرمائے گا۔

پروان چڑھنے کے زمانہ میں بھی اعلیٰ — بڑا ہو کر بھی سربلند۔ اس کی گفتگو فرمانا اور اس کی خاموشی حکمت ہو گی۔

لوگوں کے درمیان جن باتوں میں اختلاف ہوگا وہ اُن کا فیصلہ کر دیگا۔

اور بچپن کے زمانہ سے ہی اپنے قبیلے کا سردار ہوگا۔

(یہ ہیں امام علی رضاؑ)

(ملاحظہ فرمایئے:
من لا یحضرہ الفقیہ
بحوالہ اثبات الہداۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

حضرت امام علی رضا مسند علم پر

دیوانِ امیر المومنین، جس میں اس منظوم کلام کو ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے مدون کیا گیا ہے، جو مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب سے منسوب ہیں۔
یہ دیوان برصغیر کے بہت سے دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں بھی شامل ہیں۔
اس دیوان کے مندرجہ ذیل اشعار مولا کی نگاہ میں علم کی برتری کو واضح کرتے ہیں:

رَضِینَا قِسمَۃَ الجَبَّارِ فِینَا
لَنَا عِلمٌ وَلِلاَعدَاءِ مَالُ

فَاِنَّ المَالَ یَفنیٰ عَن قَرِیبٍ
وَاِنَّ العِلمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

(ہم اللہ کی اس تقسیم سے خوش ہیں کہ
ہمارے لئے علم ہے اور دشمنوں کے لئے مال
کیونکہ مال تو بہت جلد ختم ہو جائے گا
لیکن علم باقی رہنے والا ہے اسکے لئے زوال نہیں)

اور یہ تاریخ کی جانی پہچانی حقیقت ہے کہ حضرت امیر المومنین اور ان کے

برحق جانشینان گرامی (ائمہ طاہرین علیہم السلام) علم کے اس بلند مرتبے پر فائز تھے کہ مسلمانوں کے ہر مکتب فکر کے علماء، فقہاء، متکلمین، محققین، مفسرین، محدثین اور تشنگانِ علم و معرفت اپنی علمی و فکری مشکلات کے حل کیلئے ان ہی حضرات کے آستانے پر جھولیاں پھیلائے ہوئے نظر آتے تھے۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام بھی اپنے آباد اجداد کی طرح سے علم کے وہ تاجدار ہیں جن کی عظمت کو تاریخ کے ہر دور میں علماء، متکلمین اور فلاسفر، حکماء اور جملہ مکاتبِ فکر کے دانشوروں نے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

تمام علوم و معارف پر آپ کو ایسی مہارت تامہ حاصل تھی کہ علماء و مورخین بالاتفاق آپ کو اعلم زمانہ (اپنے زمانہ میں علم کے اعتبار سے سب سے افضل اور برتر) تسلیم کرتے تھے۔

احکامِ دین، فلسفہ و منطق، طب و حکمت، غرض علم کے تمام شعبوں میں آپ کی عظمت و جلالت، مہارت اور اعلمیت کو اپنے اور غیر بلا تفریق دل سے قبول کرتے تھے۔

عبدالسلام ــــ جنہیں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے زیادہ علم رکھنے والا روئے زمین پر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور جس صاحبِ علم شخص نے امام علیہ السلام کو دیکھا، اس نے یہی گواہی دی۔

عباسی حکمران مامون نے مختلف مواقع پر اپنے دربار میں علماء، فقہا، متکلمین اور صاحبانِ منطق و فلسفہ، یہاں تک کہ زنادقہ اور ملحدین کے سرکش ترین افراد کو جمع کیا، اور امامؑ کا ان سے مناظرہ کرایا، جس میں امامؑ نے ان لوگوں کو ایسی

ایسی شکستِ فاش دی کہ جس کے بعد کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ ہو سکی۔
مختلف مکاتبِ فکر کے علما اور محققین جب اپنے طور سے کسی گتھی کو سلجھانے سے عاجز رہتے تھے تو آپ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ہی بھیجتے تھے۔

ابراہیم ابنِ عباس کا بیان ہے کہ:
حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے جب بھی کوئی بات دریافت کی گئی آپ نے لوگوں کو علم کے جواہر سے مالا مال کیا۔ میں نے رُوئے زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔
عباسی حکمران مامون آپ کو آزمانے کے لئے ہر قسم کے سوالات کرتا رہتا تھا۔ اور آپ ہر سوال کا مدلل جواب مرحمت فرماتے تھے۔

(حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے:
عیون اخبار الرضاؑ جلد ۲، صفحہ ۱۸۰
حیٰوۃ الامام الجواد صفحہ ۴۲
الاتحاف بحب الاشراف ۔ وغیرہ)

اور بقول باقر قرشی کے:
حقیقت یہ ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام علم و دانش کا وہ کوہِ گراں تھے۔ جنھوں نے صاحبانِ ایمان کی علمی اور ثقافتی دنیا کو ایک حیاتِ نو عطا کر دی۔

عباسی حکمران مامون الرشید کہا کرتا تھا کہ:
"میں نے پوری دنیا میں امام علی رضا علیہ السلام سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا: (اعیان الشیعہ جلد ۴)

ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ:

خراسان، بصرہ اور کوفہ میں (جو مناظرے ہوتے) ان میں امام علیہ السلام سے انتہائی مشکل مسائل دریافت کئے گئے، جن کے آپ نے اس طرح ماہرانہ جواب دیئے، جیسے وہ اسپیشلسٹ جواب دیتا ہے (جس نے اپنی پوری زندگی اسی شعبہ کیلئے مخصوص کر رکھی ہو)۔

چنانچہ آپ کے زمانہ میں دنیا بھر کے علماء اور محققین نے آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کیا۔ اور پوری دنیا کے صاحبان علم و فضل پر آپ کی برتری کو تسلیم کیا گیا۔

(ملاحظہ فرمایئے:
حیاۃ الامام علی بن موسی الرضاؑ: باقر شریف القرشی)

امام علی رضاؑ کے زمانہ میں علمی ارتقاء

ہمارے ہادیانِ برحق، حضرات ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام جنہیں پروردگارِ عالم نے علم کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز کیا تھا۔

اپنے چاہنے والوں کو مسلسل علم کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تو فرماتے تھے کہ:

لَيْتَ السِّيَاطُ عَلىٰ رُؤُوسِ شِيْعَتِنَا حَتّٰى يَتَفَقَّهُوْا (او يَتَعَلَّمُوا)

(کاش ایسا ہوتا کہ ہمارے چاہنے والوں کے سروں پر تازیانے پڑتے کہ دین میں یہ لوگ بصیرت حاصل کرتے (یا دوسری روایت کے مطابق) علم حاصل کرتے)

(نقل بالمعنیٰ)

نیز آپ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ اَلْفَ عَابِدٍ

(وہ عالم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے ستر ہزار (عام) عبادت گزاروں سے افضل ہے)

(منتہی الآمال)

اسی طرح ہمارے تمام ائمہ طاہرینؑ اپنے چاہنے والوں کو علم حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان خاصانِ خدا کے دروازوں پر

تشنگانِ علم و معرفت کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانہ میں بعض مخصوص حالات کی بناء پہ علم کو ہر شعبے میں خصوصی توجہ حاصل ہوئی

اور جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانہ میں مندرجہ ذیل علوم کو بہت ترقی ملی۔

(۱) علم تفسیر:۔

چنانچہ جابجا علوم قرآنی اور تشریح و تفسیر آیات کی محفلیں سجنے لگیں۔ چونکہ امام علیہ السلام خود اتنی زیادہ تلاوت فرماتے تھے کہ ہر تیسرے دن قرآن ختم ہوتا تھا' اس لئے آپکے اصحاب میں بھی یہ شوق آگے بڑھا' پھر ان اصحابِ امامؑ سے یہ شوق اور آگے بڑھتا گیا۔

(۲) علم حدیث

تفسیر کے بعد علم حدیث بھی اسلامی علوم میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اور امام علیہ رضا علیہ السلام کے شاگردوں میں خاص طور سے فضل بن شاذان۔ ابراہیم بن اسحاق - ابراہیم بن ہاشم - ابونصر بزنطی - احمد بن محمد شیبانی - جعفر بن بشیر، حسن بن محبوب وغیرہ نے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

(۳) علم فقہ

جس کے بارے میں خالق دوجہاں کا ارشاد ہے کہ:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین
(تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر گروہ سے کچھ لوگ اپنے وطن سے
روانہ ہوں تاکہ دین سمجھ فقیہ بنیں)۔۔ امام علی رضاؑ کے زمانہ میں اس
علم کو بھی خوب ترقی ملی۔

(۴) علم اُصول

فقہ و اجتہاد کی راہوں کو طے کرنے کے لئے جن علوم پر دسترس انتہائی
ضروری ہے۔ اُن میں علم اصول فقہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے' اور امام علیہ السلام
کے خاص خاص شاگردوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے اس علم کو خوب آگے
بڑھایا۔

(۵) علم النحو

عربی زبان دنیا کی اہم ترین زبان ہے جس میں قرآن نازل ہوا' اور
جس میں احادیث کا عظیم الشان ذخیرہ ہے' عربی کو صحیح طریقہ سے پڑھنے
اور سمجھنے کے لئے اس کے قواعد کو پہچاننا ضروری ہے' جس میں سب سے اہم علم نحو
ہے' جس کے بانی امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور دیگر ائمہ طاہرینؑ
نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ اسے مزید ترقی دی۔

(۶) علم کلام

یہ وہ علم ہے جس میں عقائد پر استدلالی گفتگو ہوتی ہے' حضرت امام
علی رضاؑ کے زمانہ میں عباسی حکمران مامونؔ کے دور میں مختلف عقائد

سے لوگ جمع رہتے تھے اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اور امام علیہ السلام اپنے محکم دلائل کے ذریعے دین کی عظمت کو نمایاں کرتے رہتے تھے اس طرح آپ کے زمانہ میں اس علم کو نمو پانے کا بہت زیادہ موقع ملا۔

(۷) علمِ طب

طب بھی اُن علوم میں سے ہے جن کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانہ میں بہت زیادہ عروج نصیب ہوا۔ امام علیہ السلام نے طب پر ایک اہم رسالہ تحریر فرمایا، جو اس قدر جامع تھا کہ طب کے تمام مسائل پر حاوی تھا، اور بادشاہِ وقت کو اتنا پسند آیا کہ اس نے سونے کے پانی سے لکھوا کر اپنے پورے خاندان، عمائدینِ سلطنت، دنیا بھر کے نامور اطباء اور حکومت کے نمائندوں کو بھیجا، اسے رسالہ ذھبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۸) علمِ کیمیا (کیمسٹری)

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے اپنے خاص شاگرد جناب جابر بن حیان کو اس علم کے اسرار و رموز سمجھائے، جنھوں نے امامؑ کی ہدایات کی روشنی میں فارمولے ترتیب دیئے اور بابائے کیمیا قرار پائے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے زمانے میں دیگر علوم کے ساتھ امامؑ کے شاگردوں نے اس علم کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۹) انجینئرنگ

عربی زبان میں اسے علم ہندسہ اور انجینئر کو مہندس کے نام سے یاد کیا

جاتا ہے۔ عصر حاضر کے معروف صاحب قلم جناب باقر قریشی نے حضرت امام علی رضاؑ کے زمانہ میں ترقی پانے والے علوم میں اس کو بھی شمار کیا ہے کیونکہ عباسی حکمران شہر بغداد کی آرائش و زیبائش میں مصروف تھے اور انھیں ماہر انجینیروں کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے اس فن میں بھی بکثرت ماہرین پیدا ہوئے۔

(۱۰) علم فلکیات

حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام سے لوگ جس طرح زمینی معاملات کے بارے میں دریافت کرتے تھے، اسی طرح سے آسمانی باتیں اور فلکیات سے متعلق امور کے بارے میں بھی ہدایات حاصل کرتے تھے۔

دریائے علوم آل محمدؐ کے شناور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق تالیف 'بحار الانوار' جو ایک سو دس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی (نو) جلدوں (جلد نمبر ۵۳ سے ۶۱ تک) میں جن کا نام "کتاب السماء و عالم" ہے۔ آسمانوں، کائنات کے سربستہ اسرار اور فلکیات سے متعلق ائمہ طاہرینؑ کی روشن ہدایات موجود ہیں۔

عباسی حکمران مامونؔ کے دور میں جب مختلف علوم و فنون کے سلسلہ میں بحث و مباحثہ کا سلسلہ عروج پر پہنچا تو جب بھی کوئی شخص کسی مسئلے سے دوچار ہوتا تھا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کرتا تھا، اس طرح ان گنت نادیدہ حقیقتوں کے چہرہ سے نقاب اٹھتی جاتی تھی اور اہل خرد نئے نئے علمی مطالب سے روشناس ہوتے جاتے تھے۔

مختلف ادیان کے لوگوں سے آپ کے مناظرے

حسن بن محمد نوفلی کی روایت ہے کہ:

جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامونؑ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو اُس نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ:

ہر قسم کے مضامین پر گفتگو کرنے والے، جیسے جا ثلیق، راس الجالوت، صابی مذہب کے بزرگوں، ہربراکبر، زرتشتیوں کے عالموں، نسطاس رومی، اور علم کلام کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کرو۔

چنانچہ فضل بن سہل نے اُن تمام لوگوں کو بلا کر اکٹھا کر دیا۔

نوفل کہتے ہیں کہ:

ہم لوگ امام علی رضا علیہ السلام کے پاس، بات چیت میں مصروف تھے کہ:

مامونؑ کا نمائندہ یاسر آیا اور کہنے لگا:

"اے فرزند رسولؐ — مامون نے آپ کو سلام کہا ہے اور گذارش کی ہے کہ:

'ہر قسم کے مضامین پر گفتگو کرنے والے اہلِ ادیان، اور ہر مذہب و ملت کے متکلمین جمع ہو چکے ہیں، اب آپ اگر پسند فرمائیں تو اُن سے گفتگو کے لئے کل صبح تشریف لائیے، اور اگر آپ اُن سے بات کرنا پسند نہ فرمائیں تو کوئی حرج نہیں...

امام علیہ السلام نے یاسر سے کہا کہ: جا کر مامون کو بتا دو کہ میں انشاءاللہ

کل صبح کو آرہا ہوں۔

یاسر کے جانے کے بعد امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"اے نوفلی۔ تم عراق کے رہنے والے ہو (شائستہ اور) نرم مزاج ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے ان لوگوں نے اہل شرک، اور طرح طرح کی باتیں کرنے والوں کو کس لئے جمع کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ، وہ آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور ایک ایسی عمارت کی تعمیر میں لگا ہے جس کی بنیادیں ناپائیدار ہیں، اور بہت ہی بڑی عمارت تعمیر کر رہا ہے!

امام نے فرمایا: وہ بڑی عمارت کیا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ: بدعتی لوگ، اور یہ طرح طرح کی باتیں کرنے والے تو علماء کے خلاف ہوتے ہیں، عالم تو صرف مجہول باتوں کا انکار کرتے ہیں لیکن یہ لوگ یعنی اصحاب مقالات، متکلمین، اہلِ شرک عناد، منکرین، کج بحثی کرنے والے لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ یہ ہر چیز کا انکار کرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ اگر آپ کہیں کہ خدا ایک ہے تو مطالبہ کریں گے کہ اس کی وحدانیت کی تصحیح کیجئے، اگر آپ کہیں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں تو کہیں گے کہ ان کی رسالت کو ثابت کیجئے۔

پھر یہ کہ یہ لوگ بہتان طرازی کرتے ہیں، دلیل و برہان پیش کرنے نہیں دیتے اور اس طرح سے مغالطے دیتے ہیں کہ انسان الجھ کر رہ جائے۔ اور کوئی صحیح بات سامنے نہ آنے پائے۔

لہٰذا۔ اگر آپ اس اجتماع میں نہ تشریف لے جائیں تو بہتر ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: "اے نوفلی، کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ میری دلیل ناتمام رہے گی؟

میں نے عرض کیا۔ تہیں فرزندِ رسولؐ.... آپ ہی غالب رہیں گے!

پھر امامؑ نے:

اے نوفلی تم اگر یہ سمجھنا چاہتے ہو کہ مامون کو کس موقع پر (اس اجتماع کے سلسلہ میں) ندامت ہوگی؟ (تو میں بتاؤں)

میں نے کہا: ارشاد فرمایئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: جب وہ یہ دیکھے گا کہ میں توریت والوں کے سامنے توریت سے دلیل پیش کر رہا ہوں، انجیل والوں کے سامنے انجیل سے برہان قائم کر رہا ہوں۔ اہلِ زبور کے سامنے، زبور سے حجت قائم کر رہا ہوں" صابی لوگوں سے اُن کی عبرانی زبان میں بات کر رہا ہوں (ایران سے آئے ہوئے) ہرابذہ سے فارسی میں گفتگو کر رہا ہوں، روم کے لوگوں سے رومی زبان، اور طرح طرح کی باتیں کرنے والوں سے اُن ہی کی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں، اور اس انداز سے دلیلیں قائم کر رہا ہوں کہ ہر گروہ کی حجت منقطع ہو رہی ہے، سب کی زبان گنگ ہو رہی اور اپنی بات پر قائم رہنے کے بجائے میری بات تسلیم کر رہے ہیں۔ تب مامون کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ جس راہ پر گامزن ہے اُس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور پھر وہ اپنے عمل پر پشیمان ہوگا۔

نوفلی کہتے ہیں کہ جب اُن تمام ادیان و مذاہب کے لوگوں سے مناظرہ شروع ہوا، تو امام علیہ السلام نے ہر مذہب کے لوگوں کی دلیلوں کی ایسی دھجیاں اڑائیں کہ کسی کے لئے کچھ بولنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہی، جس کے نتیجے میں پورے مجمع پر ایک مہیب سناٹا طاری ہو گیا۔ اور ان میں سے بکثرت لوگ مسلمان ہو گئے۔

پھر امام علیہ السلام نے بھرے ہوئے دربار میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے لوگو۔ تم میں اگر کوئی اسلام کا مخالف ہو اور کوئی بات کرنا چاہے تو بلا جھجک بات کرے۔

یہ سن کر اُس زمانہ کا مشہور دہریہ عمران صابی کھڑا ہوا جو بات کرنے میں بہت طاق تھا، کہنے لگا:

"اے منصبِ علم کے وارث دار۔ میں نے کوفہ، بصرہ، شام، الجزیرہ کا سفر کیا علم کلام کے ماہرین سے ملا، مگر کوئی بھی مجھے توحید کے بارے میں مطمئن نہ کر سکا۔ کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں۔؟"

امام علیہ السلام نے اسے غور سے دیکھا اور فرمایا تم تو وہی (معروف) عمران صابی ہو؟۔ اس نے عرض کیا کہ: "جی ہاں میں وہی ہوں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"دیکھو! (جب بات کرنے آئے ہو) تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا، بات کو الجھانے کی فکر میں نہ رہنا، مکابرہ نہ کرنا۔ یہ سن کر اس نے سر جھکا لیا، اور عرض کیا، ٹھیک ہے۔ میں صرف حق کی وضاحت چاہتا ہوں۔

یہ سن کر امام رضا علیہ السلام نے ایک عظیم مناظر کی طرح، ایسی دقیق اور فلسفیانہ گفتگو فرمائی اور ایسی باریک بینی سے توحید کے دلائل پیش کئے کہ عمران صابی، جو اپنی کٹ حجتی اور کج بحثی میں مشہور تھا، امام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"آقائے نامدار۔ اب بات واضح ہوئی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے اُس کی توصیف فرمائی ہے اور حضرت محمد مصطفےؐ اس کے بندے رسولؐ تھے جنھیں پروردگار عالم نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ، مبعوث برسالت فرمایا تھا۔

یہ کہہ کر قبلہ رو ہو کر سجدے میں گر پڑا۔ اور دین اسلام قبول کیا۔

جب حاضرین نے عمران صابی کی گفتگو سنی، تو حیرت زدہ رہ گئے کیونکہ وہ اتنا مشاق تھا کوئی اس کی بات کے سامنے ٹھہر نہیں پاتا تھا، اور جو اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو مبہوت کر دیا کرتا تھا۔ لیکن امام کے سامنے اس میں بات کرنے کی جرات باقی نہ رہی، بلکہ اپنی شکست تسلیم کرنے اور امام کے دلائل و براہین کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گیا۔

جس کے بعد پھر کسی اور شخص میں سامنے آنے کی ہمت ہی باقی نہ رہی۔

امامت کا قرآنی نظریہ اور امام کے صفات

مختلف مکاتبِ فکر کے لوگوں سے امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام سے جو مناظرے ہوئے ان میں ایک اہم مناظرہ نظریہ امامت کے بارے میں تھا جس میں آپ نے قرآنی آیات کے ذریعہ ایسا شاندار اور مستحکم استدلال فرمایا کہ مخالفین کی ساری لن ترانیاں رخصت ہو گئیں اور وہ امام علیہ السلام کے دلائل کے سامنے بت بنے کھڑے رہے۔

ہم اس جگہ امام علیہ السلام کی گفتگو کا ایک حصہ پیش کرتے ہیں۔

آپ نے عبد العزیز بن مسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یا عَبْدَ الْعَزِیْزِ! جَهِلَ الْقَوْمُ وَخُدِعُوْا عَنْ آدْیَانِهِمْ -! اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمْ یَقْبِضْ نَبِیَّهٗ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)، حَتّٰی اَكْمَلَ لَهُ الدِّیْنَ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْقُرْآنَ فِیْهِ تَفْصِیْلُ كُلِّ شَیْءٍ وَبَیَّنَ فِیْهِ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَالْحُدُوْدَ وَالْاَحْكَامَ وَجَمِیْعَ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ كَمَلًا - فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ:

"مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ"

وَاَنْزَلَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِیَ آخِرُ عُمْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

"اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

وَ اَمْرُ الْاِمَامَۃِ مِنْ تَمَامِ الدِّیْنِ وَلَمْ یَمْضِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ) حَتّٰی بَیَّنَ لِاُمَّتِہٖ مَعَالِمَ دِیْنِھِمْ وَ اَوْضَحَ لَھُمْ سَبِیْلَھُمْ وَ تَرَکَھُمْ عَلٰی قَصْدِ الْحَقِّ وَ اَقَامَ لَھُمْ عَلِیًّا اِمَامًا وَمَا تَرَکَ شَیْئًا تَحْتَاجُ اِلَیْہِ الْاُمَّۃُ، فَمَنْ زَعَمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُکْمِلْ دِیْنَہٗ فَقَدْ رَدَّ کِتَابَ اللّٰہِ، وَمَنْ رَدَّ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ کَافِرٌ..."

(اے عبد العزیز! قوم نے جہالت کی راہ اختیار کی اور دین میں دھوکہ بازی (اور فریب خوردگی) کا شکار ہوئے۔
خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ کو اُس وقت تک نہیں اٹھایا جب تک کہ دین کی ہدایات کو اُن پر کامل طور سے نازل نہیں فرما دیا۔
حضورِ اکرمؐ پر جو قرآن نازل کیا، اس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے اس کے اندر حلال و حرام کو بھی واضح کیا گیا ہے، حدود و احکام کو بھی اور ہر اس بات کو بھی جس کی لوگوں کو ضرورت پیش آسکتی تھی۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:
مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (ہم نے اس کتاب میں کوئی بات نہیں چھوڑی)۔ — (سورہ انعام)
اور حجۃ الوداع کے موقع پر جو حضورِ اکرمؐ کی دنیاوی زندگی کا آخری

ل: تو پھر امامت جیسے اہم موضوع کو کیسے چھوڑا جا سکتا تھا جس سے قیامت تک ہدایت بشر وابستہ ہے اور جس کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل میں قدرت کی طرف سے اعلان کر دیا گیا ہے کہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم (ہم اس دن تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے) ۔ اور امامت کا اعلان اس قدر اہم تھا کہ خداوندِ عالم نے حضورِ اکرمؐ سے سورۂ مائدہ میں فرمایا: اے حبیبؐ! اگر آپ نے یہ بات نہیں پہنچائی تو گویا کارِ رسالت انجام ہی نہیں دیا۔ جس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے ایک لاکھ سے زیادہ حاجیوں و صحابیوں کے مجمع میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کر دیا۔

حصہ ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان فرمادیا تو خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل کی۔

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کیا تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے لئے دینِ اسلام سے راضی ہوا"

(سورۂ مائدہ ۳)

مسئلہ امامت سے تکمیلِ دین وابستہ تھی، اور حضورِ اکرم اُس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپؐ نے امت کیلئے اسے پوری طرح واضح نہ کر دیا۔ آپ نے دین کی اہم باتوں کو بیان کیا، اُن کے لئے (ہدایت کے) راستے کو واضح کیا، حضرت علیؑ کو اُن کے امام کی حیثیت سے (اپنے ہاتھوں پر) اٹھایا۔

(اور حضورؐ نے دنیا سے جاتے ہوئے) انھیں حق کی سیدھی راہ پر چھوڑا، امت کو جن باتوں کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے سب بیان کر دیں۔

اب اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا تو وہ قرآن کی تردید کرتا ہے۔

اور جو شخص قرآن کی تردید کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔

(اب یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ تلاش کرے کہ خداوندِ عالم نے اپنے حبیبؐ سے کس موقع پر فرمایا تھا کہ:

"اگر آپؐ نے یہ فرمان نہ پہونچایا تو گویا کارِ رسالت انجام ہی نہیں دیا۔

اور جب حضورؐ نے وہ فرمان پہونچا دیا تو قدرت کی طرف سے تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا گیا۔؟

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا:

هَلْ يَعْرِفُونَ قَدْرَ الْإِمَامَةِ وَمَحَلَّهَا مِنَ الْأُمَّةِ فَيَجُوزَ فِيهَا اخْتِيَارُهُمْ؟

إِنَّ الْإِمَامَةَ أَعْظَمُ قَدْرًا وَأَعْظَمُ شَأْنًا وَأَعْلَى مَكَانًا وَأَمْنَعُ جَانِبًا وَأَبْعَدُ غَوْرًا مِنْ أَنْ يَبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُولِهِمْ، أَوْ يَنَالُوهَا بِآرَائِهِمْ أَوْ يُقِيمُوا إِمَامًا بِاخْتِيَارِهِمْ۔

إِنَّ الْإِمَامَةَ خَصَّ اللّٰهُ بِهَا إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ النُّبُوَّةِ، وَالْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً ۔ وَفَضِيلَةً شَرَّفَهُ بِهَا وَأَشَادَ ذِكْرَهُ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ۔

"إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا"

فَقَالَ الْخَلِيلُ سُرُورًا بِهَا:

"وَمِنْ ذُرِّيَّتِي؟"

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

"لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ"

فَأَبْطَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ إِمَامَةَ كُلِّ ظَالِمٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَصَارَتْ فِي الصَّفْوَةِ۔

ثُمَّ أَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِأَنْ جَعَلَهَا فِي ذُرِّيَّتِهِ أَهْلَ الصَّفْوَةِ وَالطَّهَارَةِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ۔

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً، وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ، وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ وَ

كَانُوا لَنَا عَابِدِيْنَ۔"

فَلَمْ يَزَلْ فِي ذُرِّيَّتِهٖ يَرِثُهَا الْبَعْضُ عَنْ بَعْضٍ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى وَرِثَهَا النَّبِيُّ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

"اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا، وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔"

فَكَانَتْ لَهٗ خَاصَّةً، فَقَلَّدَهَا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) عَلِيًّا بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسْمِ مَا فَرَضَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ فَصَارَتْ فِي ذُرِّيَّتِهِ الْاَصْفِيَاءِ الَّذِيْنَ آتَاهُمُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ بِقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ:

"قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ...."

(روم ۵۶)

فَهِيَ فِي وُلْدِ عَلِيٍّ خَاصَّةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِذْ لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) فَمِنْ اَيْنَ يَخْتَارُ هٰذِهِ الْجُهَّالُ؟

(کیا یہ لوگ امامت کی قدر و منزلت اور امت کے لئے اس کا جو مرتبہ ہے اُسے پہچانتے بھی ہیں۔ کہ اس کے سلسلہ میں اُن کے انتخاب کا کوئی جواز ہو؟

امامت ایک جلیل القدر عہدہ ہے اس کی شان عظیم ہے مرتبہ بلند ہے اس کے جوانب محفوظ ہیں اس کی گہرائی اتنی عمیق ہے کہ عام انسانوں کے لئے اپنی عقلوں کے ذریعہ اس تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

اور نہ اپنی رائے سے اس تک پہنچ سکتے اور نہ اپنے اختیار سے کسی کو امام بنا سکتے ہیں۔

امامت وہ (منصب) ہے جو خداوند عالم نے مخصوص طور سے حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمایا۔

جبکہ وہ اس سے پہلے نبوت کے عہدے پر فائز تھے پھر خلت کا تیسرا عہدہ بھی ملا۔ خداوند عالم نے جب امامت کی فضیلت سے ان کو نوازا۔

ارشادِ قدرت ہوا:

"میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔"

جناب ابراہیمؑ نے خوش ہو کر پوچھا۔

"اور میری اولاد میں سے؟"

قدرت کی طرف سے جواب آیا:

"میرا عہد ظالموں کو نہیں مل سکتا۔"

(سورۃ البقرۃ آیۃ)[1]

اس آیت نے قیامت تک کے لئے فیصلہ کر دیا کہ ظلم کرنے والے کی امامت باطل ہے۔ امامت اُن کیلئے ہے جنھیں خداوند عالم نے منتخب کیا ہو۔

خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ اعزاز بھی عطا فرمایا کہ اُن کی اولاد میں سے منتخب اور معصوم ہستیوں کو امامت کے عہدہ پر فائز کیا۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

۱۔ جب ظلم کرنے والے کی امامت باطل ہے تو جن لوگوں کی زندگی شرک جیسے ظلم میں گزری ہو وہ اس منصب کے حقدار کیسے ہو سکتے ہیں؟

اور ہم نے اُن کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عطا کئے، سب کو صالح قرار دیا،
اور انھیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔
اور ان کی طرف وحی بھیجی نیک کاموں کے انجام دینے، نماز قائم کرنے اور
زکوٰۃ ادا کرنے کی اور وہ سب ہمارے عبادت گذار تھے۔

(سورہ انبیاء ۷۲، ۷۳)

امامت ہمیشہ نسلِ ابراہیمؑ میں رہی ایک کے بعد دوسرا (معصوم) اس کا وارث
بنتا رہا، صدیوں یہی سلسلہ رہا، یہاں تک کہ حضرت رسولِ خدا اس کے حقدار قرار پائے۔
جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

(یقیناً ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُن کا اتباع کیا۔
اور یہ پیغمبر اور صاحبانِ ایمان۔ اور اللہ مومنین کا سرپرست ہے)

(سورہ آلِ عمران: ۶۸)

❁

اس طرح جب حضورِ اکرمؐ تشریف لائے تو امامت کا وہ منصب (جو حضرت
ابراہیمؑ اور اُن کی معصوم اولاد کیلئے عطیۂ پروردگار تھا) آنحضرتؐ کا مخصوص حق
قرار پایا۔ اور آپؐ نے حکمِ خدا کے مطابق اور اُس کے دستور کی پیروی کرتے ہوئے
(اپنے بعد کے لئے) حضرت علیؑ کو امام قرار دیا۔ پھر اُن کی اولاد میں سے (خدا کے)
منتخب کردہ (معصومینؑ) جن کو خدا نے (خصوصی) علم و ایمان عطا فرمایا ہے (اس
کے حقدار قرار پائے)۔ جن کے علم و ایمان کے بارے میں) ارشادِ قدرت ہے کہ (وہ
روزِ قیامت لوگوں کو مخاطب کریں گے۔ چنانچہ فرمایا:)
(وہ صاحبانِ علم و ایمان لوگوں سے کہیں گے کہ تم لوگ کتابِ خدا کے مطابق
روزِ حشر تک ٹھہرے رہے)

اب یہ منصبِ امامت حضرت علیؑ کی اولاد میں ہی قیامت تک رہے گا، کیونکہ
حضرت رسولِ خدا کے بعد کوئی نبی نہیں ہے (جن کی طرف اس عہدے کے
منتقل ہونے کا امکان ہوتا)۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے فرمانِ مقدس سے یہ بات واضح ہے کہ:
"امامت کا جلیل القدر عہدہ خالقِ کائنات نے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ
کو عطا فرمایا، جو اُس زمانے کے سب سے افضل انسان بھی تھے، اور انبیائے کرامؑ میں
ہمارے نبیؐ کے بعد ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ عالم یہ جلیل القدر عہدہ صرف
افضل ترین انسانوں کو عطا فرماتا ہے۔

اس کے بعد امامؑ نے مزید فرمایا:

إِنَّ الْإِمَامَةَ هِيَ مَنْزِلَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِرْثُ الْأَوْصِيَاءِ، إِنَّ الْإِمَامَةَ
خِلَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَخِلَافَةُ الرَّسُولِ وَمَقَامُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
وَمِيرَاثُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ (علیہما السلام)

إِنَّ الْإِمَامَةَ زِمَامُ الدِّينِ وَنِظَامُ الْمُسْلِمِينَ وَصَلَاحُ الدُّنْيَا
وَعِزُّ الْمُؤْمِنِينَ

إِنَّ الْإِمَامَةَ أُسُّ الْإِسْلَامِ النَّامِي وَفَرْعُهُ السَّامِي۔

بِالْإِمَامِ تَمَامُ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ
وَتَوْفِيرُ الْفَيْءِ وَالصَّدَقَاتِ، وَإِمْضَاءُ الْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ
وَمَنْعُ الثُّغُورِ وَالْأَطْرَافِ۔

(امامت درحقیقت انبیا کی منزلت اور اوصیاء کی میراث ہے۔
امامت تو اللہ کی خلافت اور رسولؐ کی جانشینی ہے۔ اس کے بعد امیرالمؤمنین (حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ)، امام حسنؑ امام حسینؑ اور ائمہ معصومین علیہم السلام) کی مسند ہے۔
امامت دین کی مہار اہلِ اسلام کا نظام دنیا کی صلاح (و فلاح) اور مومنین کی عزت ہے۔
امامت اسلام کی بلند (مرتبہ) بنیاد اور اس کی اعلیٰ شاخ ہے۔
امام ہی کے ذریعہ، نماز، روزہ، حج، زکواۃ اور جہاد (غرض جملہ ارکان دین) کی تکمیل ہوتی ہے۔
(اور انفال وغیرہ) کی فراوانی، صدقات، احکام (حدود) کا نفاذ، سرحدوں اور اطراف وجوانب کی حفاظت (کے تمام اُمور) امام کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں)

مذکورہ بالا کلمات پر غور کیجئے، تاکہ اندازہ ہو کہ جس ہستی کو خداوند عالم نے امامت کے بلند مرتبہ پر فائز کیا ہے اس کا وجود دین اور دنیا کے لئے کس قدر ناگزیر ہے)۔!

اس کے بعد آپ نے انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ امامؑ کے مراتب بیان فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا:-
"اَلْاِمَامُ یُحِلُّ حَلَالَ اللّٰہِ وَیُحَرِّمُ حَرَامَ اللّٰہِ وَیُقِیْمُ حُدُوْدَ اللّٰہِ وَیَذُبُّ عَنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَیَدْعُوْا اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّہٖ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَالْحُجَّۃِ الْبَالِغَۃِ۔

الإمام البدر المنير والسراج الزاهر والنور الساطع والنجم الهادي في غياهب الدجى والبيد القفار ولجج البحار.

والإمام على اليفاع الحار لمن اصطلى به والدليل في المهالك من فارقه هالك.

الإمام السحاب الماطر والغيث الهاطل والشمس المضيئة والأرض البسيطة والعين الغزيرة والغدير والروضة.

الإمام: الأمين الرفيق، والوالد الرقيق والأخ الشفيق، ومفزع العباد في الداهية.

الإمام: أمين الله في أرضه وحجته على عباده وخليفته في بلاده، الداعي إلى الله والذاب عن حرم الله.

الإمام المطهر من الذنوب، المبرأ من العيوب مخصوص بالعلم موسوم بالحلم، نظام الدين وعز المسلمين وغيظ المنافقين وبوار الكافرين.

الإمام واحد دهره لا يدانيه أحد ولا يعادله عالم ولا يوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظير، بالفضل كله من غير طلب منه له، ولا اكتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب. فمن ذا الذي يبلغ معرفة الإمام ويمكنه اختياره؟

هيهات، هيهات!!

ضلت العقول وتاهت الحلوم، وحارت الألباب،

وَخَسِئَتِ الْعُيُونُ وَتَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ وَتَحَيَّرَتِ الْحُكَمَاءُ وَتَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ وَحَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَجَهِلَتِ الْأَلِبَّاءُ وَكَلَّتِ الشُّعَرَاءُ وَعَجَزَتِ الْأُدَبَاءُ وَعَيِيَتِ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِهِ أَوْ فَضِيلَةٍ مِنْ فَضَائِلِهِ فَأَقَرَّتْ بِالْعَجْزِ وَالتَّقْصِيرِ. وَكَيْفَ يُوصَفُ لَهُ أَوْ يُنْعَتُ بِكُنْهِهِ أَوْ يُفْهَمُ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِهِ أَوْ يُوجَدُ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ وَيُغْنِي غِنَاهُ !!۔

كَيْفَ ؟ وَأَنَّى ؟ وَهُوَ بِحَيْثُ النَّجْمِ مِنْ أَيْدِي الْمُتَنَاوِلِينَ وَوَصْفِ الْوَاصِفِينَ.

فَأَيْنَ الْاِخْتِيَارُ مِنْ هٰذَا ؟ وَأَيْنَ الْعُقُولُ عَنْ هٰذَا ؟ وَأَيْنَ يُوجَدُ مِثْلُ هٰذَا ؟ أَظَنُّوا أَنْ يُوجَدَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ آلِ الرَّسُولِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) ؟

كَذَبَتْهُمْ وَاللّٰهِ أَنْفُسُهُمْ وَمَنَّتْهُمُ الْبَاطِلَ فَارْتَقَوْا مُرْتَقًى صَعْبًا دَحْضًا تَزِلُّ عَنْهُ إِلَى الْحَضِيضِ أَقْدَامُهُمْ۔ »

(امام اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام (ہی) رکھتا ہے۔ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود کو قائم کرتا ہے۔ خدا کے دین کی طرف سے دفاع کرتا ہے۔ اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف حکمت و دانائی شیریں نصیحت اور بلیغ دلیل و برہان کے ذریعہ دعوت دیتا ہے۔

امام چمکتے ہوئے چاند، روشن چراغ، تابندہ نور اور اس ستارے کی مانند ہے جو گھٹا ٹوپ رات کی تاریکیوں صحرائے بیابان اور سمندروں کی طغیانیوں میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔

امام: ایک حرارت بخش ابھری ہوئی بلند زمین پر ہے، جو بھی اُس سے (ایمان کی) گرمی حاصل کرنا چاہے۔
ہلاکت خیز مواقع پر بھی وہی رہنما ہے، جو اسے چھوڑے گا ھلاک ہوگا۔

امام: ابر باراں۔ موسلا دھار بارش۔ روشن آفتاب، پھیلی ہوئی زمین۔ ابلتے ہوئے چشمے، پانی کے مخزن۔ اور چمن کے مانند ہے۔

امام: جیسے ایک امانت دار دوست، نرم دل باپ، شفیق بھائی اور سختیوں میں بندوں کی پناہ گاہ۔

امام: روئے زمین پر اللہ کا امین۔ اُس کے بندوں پر حجت، دنیا والوں کیلئے اللہ کا جانشین۔ خدا کی طرف دعوت دینے والا، اور حرم الہٰی کا دفاع کرنے والا ہوتا ہے۔

امام، گناہوں سے پاک، عیوب سے بری، علم کے ساتھ مخصوص۔ حلم سے آراستہ، دین کا نظام اور اہلِ اسلام کی عزت ہوتا ہے۔ منافقین اس سے ناراض رہتے ہیں، اور کافروں کو برباد کرنے والا ہوتا ہے۔

امام: زمانہ میں یکتا ہوتا ہے۔ کوئی مرتبہ میں اس کے قریب نہیں ہوتا، نہ کوئی عالم اس سے ہمسری کر سکتا ہے، نہ اس کا کوئی بدل پایا جاتا ہے اور نہ کوئی مثل و نظیر۔ ہر صفت سے مخصوص جس کیلئے اس نے نہ کوئی مطالبہ کیا نہ اکتساب۔ بلکہ فیاض مطلق نے اسے خاص طور سے مرحمت فرمائی، پھر کون ہے جو امام کی صحیح معرفت رکھتا ہو (جو جائیکہ)

اس کا انتخاب کر سکے۔

افسوس۔ افسوس!

عقلیں قاصر ہوش و خرد ناکام، دانشمندی حیران اور نگاہیں شکست خوردہ ہیں۔
صاحبانِ عظمت (اُس کے مقابلے میں) کوتاہ قامت، حکمت مآب حیرت زدہ۔
اربابِ حلم عاجز۔ ماہرینِ خطابت کی زبانیں گنگ۔ دانشور بے بس۔ شاعر
خاموش۔ ادیب درماندہ اور امام کی کسی شان یا اُس کے فضائل میں سے کسی
فضیلت کو بیان کرنے کی کسی صاحبِ فصاحت و بلاغت کے اندر طاقت ہی
نہیں ہے۔ سب اپنے قصور و عاجزی کے معترف ہیں۔

کیسے اُس کی توصیف ہو سکتی ہے، یا اُس کی ذاتی خصوصیات کو بیان کیا
جا سکتا ہے، یا اس کے امر کا ادراک کیا جا سکتا ہے یا ایسا شخص حاصل کیا جا سکتا
ہے جو اس کی جگہ پوری کرے اور اُسی جیسی افادیت کا مالک ہو؟

ایسا کہاں ہو سکتا ہے اور کیسے ممکن ہے جبکہ:
وہ ستارے کی طرح ہے جس تک لوگوں کی رسائی نہیں، نہ بیان کرنے والے
اس کی توصیف کر سکتے ہیں۔

پھر کسی کے لئے، اُسے منتخب کرنا کہاں ممکن ہے؟ عقلیں وہاں تک کب
پہونچ سکتی ہیں؟ اور اُس کے مثل کہاں پایا جا سکتا ہے؟

یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ آلِ رسولؐ کے علاوہ کہیں اور ایسی شخصیت پائی جا سکتی ہے؟
خدا کی قسم ان لوگوں کے نفسوں نے اُن کو دھوکہ دیا۔ اور باطل نے ان کے
ساتھ فتنہ انگیزی کی ہے جو یہ لوگ ایک دشوار گذار چوٹی کی طرف چڑھنے کی
کوشش کرنے لگے، جس کے نتیجے میں اُن کے قدم لڑکھڑا کر کھائی میں گر گئے،

وفاتِ پیغمبرؐ کے بعد جن لوگوں نے اختلافت اور مسئلہ امامت میں بے جا من مانیاں کیں، اُن کی نشاندہی کرتے ہوئے امامؑ نے پھر فرمایا:

"رامُوا إقامة الإمام بعقول جائرة وآراء مضلّة فلم يزدادوا إلا بُعداً ۔ قاتلهم الله أنى يؤفكون ۔ لقد راموا صعباً وقالوا إفكاً وضلّوا ضلالاً بعيداً، ووقعوا في الحيرة ، إذ تركوا عن بصيرة وزين لهم الشيطان أعمالهم فصدهم عن السبيل وما كانوا مستبصرين ورغبوا عن اختيار الله واختيار رسوله إلى اختيارهم والقرآن يناديهم:

"وربك يخلق ما يشاء ويختار، ما كان لهم الخيرة سبحان الله وتعالى عما يشركون"

(۶۸ : ۲۸)

وقال الله عز وجل:

"وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ۔ ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً"

(۳۶ : ۹۳)

وقال عز وجل:

ما لكم كيف تحكمون ۔ أم لكم كتاب فيه تدرسون إن لكم فيه لما تخيرون ۔ أم لكم أيمان علينا بالغة إلى يوم القيامة إن لكم لما تحكمون ۔ سلهم أيهم بذلك زعيم أم لهم شركاء فليأتوا بشركائهم إن

كَانُوا صَادِقِيْنَ -

(۶۸، ۳۶-۴۱)

(ان لوگوں نے یہ کوشش کی کہ اپنی ظالمانہ ہلاکت خیز اور ناقص سوچ اور گمراہ کن رائے سے (کسی کو) امام بنا کر کھڑا کر دیں۔ جس کے نتیجے میں یہ (حق سے) بہت دور ہو گئے۔

خدا نابود کرے، یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں، ایک مشکل کام کا قصد کیا اور غلط بیانی سے کام لیا۔ اور گمراہی میں بہت دور چلے گئے اور بصیرت کو چھوڑ کر حیرت میں پڑ گئے، شیطان نے اُن کی کارستانیوں کو آراستہ کر کے پیش کیا۔ اور انھیں صحیح راستے سے ہٹا دیا۔ تو یہ لوگ خدا اور رسول کے منتخب کئے ہوئے کو چھوڑ کر خود انتخاب کرنے لگ گئے۔ اور قرآن یہ آواز دیتا رہ گیا کہ:

"تمہارا پروردگار ہی جسے چاہے پیدا کرتا اور جسے چاہے منتخب کرتا ہے۔ لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے..."

(سورہ قصص آیت ۶۸)

ایک اور جگہ فرمایا:

"کسی مومن یا مومنہ کو یہ حق نہیں کہ جب خدا و رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اُن کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو خدا و رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ واضح طور سے گمراہ ہے)

(احزاب: ۳۶)

آگے چل کر امامؑ نے مزید فرمایا: فَكَيْفَ لَهُمْ بِاخْتِيَارِ الْإِمَامِ؟

وَالْاِمَامُ عَالِمٌ لَا یَجْهَلُ وَرَاعٍ لَا یَنْکُلُ مَعْدِنُ الْقُدْسِ وَالطَّهَارَةِ وَالنُّسُکِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ۔

مخصوص بِدَعْوَةِ الرَّسُوْلِ وَهُوَ نَسْلُ الْمُطَهَّرَةِ الْبَتُوْلِ لَا مَغْمَزَ فِیْهِ فِیْ نَسَبٍ وَلَا یُدَانِیْهِ ذُوْحَسَبٍ فَالنَّسَبُ مِنْ قُرَیْشٍ وَالذِّرْوَةُ مِنْ هَاشِمٍ وَالْعِتْرَةُ مِنْ آلِ الرَّسُوْلِ وَالرِّضَا مِنَ اللّٰهِ۔

شَرَفُ الْاَشْرَافِ وَالْفَرْعُ مِنْ عَبْدِ مَنَافٍ نَامِی الْعِلْمِ کَامِلُ الْحِلْمِ مُضْطَلِعٌ بِالْاِمَامَةِ عَالِمٌ بِالسِّیَاسَةِ مَفْرُوضُ الطَّاعَةِ قَائِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ نَاصِحٌ لِعِبَادِ اللّٰهِ حَافِظٌ لِدِیْنِ اللّٰهِ

(لوگوں کو امام منتخب کرنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے (جبکہ اُسے خدا منتخب کرتا ہے)

امام وہ عالم ہے جہاں جہالت کا گزر نہیں۔ وہ پاسبان ہے جو تھکتا نہیں۔ پاکیزگی و طہارت، زہد و عبادت، علم و بندگی کا معدن ہے۔ رسول کی دعوت سے اختصاص رکھنے والا (یعنی) بتول معصومہ کی نسل سے ہوتا ہے۔

اُس کے سلسلۂ نسب میں کوئی شائبہ نہیں، نہ حسب میں کوئی اور اُس کا ہم پلہ ہے۔

نسب تو قریش کا ہے، اُس کا سب سے اشرف سلسلہ عبد مناف کی شاخ ہے، جو علم میں بلند اور حلم میں کامل ہیں۔ رہنمائی (کے اصول) سے آراستہ اور تدبیر و سیاست سے آشنا ہیں۔ ان کی اطاعت فرض ہے وہ حکم خدا سے قیام کرنے والے بندوں کو (اخلاص کے ساتھ)

نصیحت کرنے والے اور دین خدا کے محافظ ہیں)۔

اللہ کی طرف سے جن لوگوں کو ہدایت بشر کا ذمہ دار بنایا گیا ہے' ان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا:

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ وَالْأَئِمَّةَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ يُوَفِّقُهُمُ اللَّهُ،
وَيُؤْتِيهِمْ مِنْ مَخْزُونِ عِلْمِهِ وَحِكَمِهِ مَا لَا يُؤْتِيهِ غَيْرَهُمْ —
فَيَكُونُ عِلْمُهُمْ فَوْقَ كُلِّ عِلْمِ أَهْلِ زَمَانِهِمْ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:
أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي
إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ؟

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ:
وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۲:۲۶۹)

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي طَالُوتَ:
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(۲:۲۴۷)

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ:
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

(۴:۱۱۳)

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَعِتْرَتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ
أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ؟
فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ

مُلکاً عظیماً" (٤ : ٥٣، ٥٤)

(انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو خداوند عالم (خاص توفیق عطا کرتا ہے انھیں اپنے علم و حکمت) کے خزانہ سے وہ کچھ عطا کرتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا۔ اسلیئے ان کا علم اُن کے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے :

"کیا جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ اتباع کا حقدار ہے یا وہ جو کسی کی رہنمائی کے بغیر ہدایت نہیں پا سکتا۔؟ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟۔ کیسا فیصلہ کرتے ہو ؟"

یہ بھی ارشادِ قدرت ہے کہ :

"جسے حکمت دی گئی اُسے خیر کثیر دے دیا گیا۔

طالوت کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا کہ :

"اس میں شک نہیں کہ خدا نے اُن کو تم پر منتخب قرار دیا اور انھیں علم اور جسم میں برتری عطا کی ہے، اور خدا جسے چاہے اپنی سلطنت عطا کرے" اللہ گنجائش والا۔ خوب واقف کار ہے۔

اور حضرت رسولِ خدا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :

اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل تھا۔

اور نسلِ پیغمبر سے جو اہلبیت طاہرین (آنے والے تھے) اُن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا کہ :

"خداوند عالم نے جن لوگوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے، کیا اُن سے یہ لوگ حسد کرتے ہیں ؟۔ تو ہم نے اولادِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت اور عظیم سلطنت عطا کی تھی)

(سورہ نساء : ٥٤)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے الٰہی نمائندوں کے بارے میں ایک جامع اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اخْتَارَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأُمُورِ عِبَادِهِ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِذٰلِكَ وَأَوْدَعَ قَلْبَهُ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ وَأَلْهَمَهُ الْعِلْمَ إِلْهَامًا، فَلَمْ يَعْيَ بَعْدَهُ بِجَوَابٍ وَلَا يُحَيَّرُ فِيهِ عَنِ الصَّوَابِ، وَهُوَ مَعْصُومٌ مُؤَيَّدٌ، مُوَفَّقٌ مُسَدَّدٌ قَدْ أَمِنَ الْخَطَايَا وَالزَّلَلَ وَالْعِثَارَ يَخُصُّهُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ لِيَكُونَ حُجَّتَهُ عَلَى عِبَادِهِ وَشَاهِدَهُ عَلَى خَلْقِهِ:

"وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

فَهَلْ يَقْدِرُونَ عَلَى مِثْلِ هٰذَا؟ فَيَخْتَارُونَهُ أَوْ يَكُونُ مُخْتَارُهُمْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَيُقَدِّمُونَهُ؟

فَعَدَوْا وَبَيْتِ اللّٰهِ الْحَقَّ وَنَبَذُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ـ وَفِي كِتَابِ اللّٰهِ الْهُدٰى وَالشِّفَاءُ فَنَبَذُوهُ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ فَذَمَّهُمُ اللّٰهُ وَمَقَتَهُمْ وَأَتْعَسَهُمْ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ (۲۸ : ۵۰)

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ:

فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ :

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔

(۴۰ : ۳۵)

(خداوند عالم جب کسی بندے کو لوگوں کے معاملات (کی اصلاح) کے لئے منتخب کرتا ہے تو اس کے لئے اُن کے سینوں میں خصوصی کشادگی پیدا کرتا ہے اُن کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری کرتا ہے اور انھیں الہامی علم سے نوازتا ہے جس کے بعد وہ کسی جواب سے عاجز نہیں رہتے اور نہ راہِ صواب اُن سے الگ ہوتی ہے۔

وہ معصوم ہوتے ہیں انھیں (خدا کی خصوصی) تائید حاصل ہوتی ہے توفیقِ الہٰی شاملِ حال رہتی ہے اور وہ اس کی حفاظت میں ہوتے ہیں، خطا ولغزش وغیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں، اور یہ اُن کیلئے خدا کا خصوصی لطف وکرم ہوتا ہے تاکہ وہ بندوں کے لئے حجت خدا بنیں اور مخلوقات پر اُس کی طرف سے گواہ ہوں۔

ارشادِ قدرت ہے :

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ :

کیا بندے بھی اس بات پر قادر ہیں (کہ جو کچھ خدا عطا کرتا ہے، وہ کسی کو عطا کرسکیں)؟ اور کسی کو (ھادی) منتخب کرلیں؟

اور جس کو منتخب کریں اس میں یہ صفات پیدا ہو جائیں؟

خانۂ کعبہ کی قسم اُن لوگوں نے حق سے تجاوز کیا۔ اور کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا۔ جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہوں۔ جبکہ اس میں ہدایت بھی ہے' شفا بھی۔ لیکن انہوں نے اُسے ایک طرف ڈال کر اپنی خواہشات کی پیروی کی تو خدا نے اُن کی مذمت کی اُن سے ناراض ہوا۔۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

اور اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو ہدایتِ خداوندی کے بجائے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرے بیشک خداوند عالم ظلم کرنے والے لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ .... (سورہ قصص آیت ۵۰)

ایک اور جگہ فرمایا:

"اُن لوگوں کیلئے بربادی ہے اور اُن کے اعمال غارت ہو گئے۔
(سورۂ محمدؐ آیت ۸)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

... (یہ لوگ) خدا اور صاحبانِ ایمان کے نزدیک سخت نفرت کے حقدار ہیں۔ خداوند عالم اسی طرح ہر مغرور اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔)

(بحوالہ حیاۃ الامام علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ، باقر شریف قرشی)

اہلبیت طاہرینؑ ہی وارثِ کتاب ہیں!

مختلف ادیان و مذاہب، اور امتِ مسلمہ کے مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کے ساتھ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے جو مناظرے "دربارِ مامونؔ" میں ہوتے ان میں ایک مناظرہ قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے بارے میں تھا۔ ارشادِ قدرت ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ۔

(پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا، جنھیں بندوں میں سے ہم نے منتخب کیا، کیونکہ ان میں سے کچھ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں، کچھ درمیانی راہ پر ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں۔ جو خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف تیزی سے قدم بڑھانے والے ہیں، اور یہ اللہ کا بڑا فضل ہے)

(سورۂ فاطر، آیت ۳۲)

مامونؔ کے دربار میں مختلف مکاتب فکر کے جو لوگ جمع تھے، ان کا مسلک یہ تھا کہ آیت میں سارے مسلمانوں کے وارثِ کتاب ہونے کا ذکر ہے۔

جب امام سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ :

اَرَادَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَلْعِتْرَةَ الطَّاهِرَ کا (علیہم السلام)

خداوند عالم نے اہلبیت طاہرین علیہم السّلام کو مراد لیا ہے)

اُن لوگوں نے پوچھا۔" وہ کیسے؟

امام نے فرمایا کہ اگر پوری اُمت وارثِ کتاب ہوتی تو سب جنتی ہوتے جب کہ قدرت کا اعلان ہے کہ امت میں وہ بھی ہیں جو" ظالم لنفسہ" (خود پر ظلم کرنے والے ہیں (جبکہ وارثِ کتاب وہ ہیں جنھیں خدا نے منتخب قرار دیا ہے، جن کی شان یہ ہے نے فرمایا ہے کہ :

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

(خدا کا بس ارادہ ہی یہی ہے کہ اے اہلبیتؑ تم سے ہر رجس کو دُور رکھے اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو طہارت کا حق ہے)

(سورۂ احزاب: آیت نمبر ۳۳)

ان ہی لوگوں کے بارے میں حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ

" میں تم لوگوں کے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیتؑ۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پہ میرے پاس پہونچیں....

ان لوگوں کو تعلیم دینے (کی کوشش) نہ کرنا، کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔"

اس موقع پر کچھ مخالفین کہنے لگے کہ "آل اور امت ایک ہی ہیں۔
امام نے اُن لوگوں سے فرمایا:
"یہ بتاؤ آلِ رسولؐ پر صدقہ حرام ہے یا نہیں؟
سب نے کہا۔ "جی ھاں۔ حرام ہے۔
امام نے فرمایا: یہ بتاؤ کیا امت پر بھی صدقہ حرام ہے؟
سب نے کہا نہیں۔
امام نے فرمایا، پھر دونوں ایک کیسے ہوتے؟

(نقل بالمعنی)

عباسی حکمران نے پوچھا۔
"کیا خداوندِ عالم نے اہلبیتؑ کو تمام لوگوں سے افضل قرار دیا۔؟
امامؑ نے فرمایا: بے شک۔
سائل نے دریافت کیا کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ تو امامؑ نے مندرجہ ذیل آیتوں کی تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ...

(بیشک خداوندِ عالم نے آدمؑ، نوحؑ، اولادِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کو تمام جہانوں میں منتخب قرار دیا ہے۔ یہ ایک نسل ہے۔ ان میں سے ایک کا سلسلہ ایک سے ہے۔)

(آلِ عمران: ۳۳)

ام یحسدون الناس علیٰ ما اٰتاھم اللہ من فضلہ
فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و آتیناھم
ملکاً عظیما۔

(کیا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں اُن باتوں پر جو خدا نے
انھیں اپنے فضل سے عطا کی ہیں؟۔ تو ہم نے تو آلِ ابراہیمؑ کو
کتاب وحکمت عطا کی۔
اور انھیں عظیم سلطنت سے نوازا)۔

(نساء: ۵۴)

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
واُولی الامر منکم۔

(اے وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہو:
اللہ و رسول، اور اپنے صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔)

(نساء: ۵۹)

یہ وہی لوگ ہیں جن کو خداوندِ عالم نے اپنی کتاب کا بھی وارث قرار دیا ہے۔ اور علم وحکمت کا بھی۔ تاکہ وارثینِ کتاب اور خدا کے منتخب بندوں کی اطاعت کی جائے۔

جو علمائے کرام موجود تھے انہوں نے دریافت کیا کہ خداوندِ عالم نے جن لوگوں کا اصطفا کیا، اُن کی کچھ وضاحت بھی فرمائی ہے؟ تو امام علیہ السلام نے باطنی تفسیر کے علاوہ متعدد آیات کے ظواہر سے بھی استدلال فرمایا:

(۱)

آیۂ تطہیر میں ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

(اللہ کا تو ارادہ یہی ہے کہ:
اے اہلبیت — تم سے رجس کو دور رکھے، اور تمہیں ایسا پاک و پاکیزہ رکھے، جو طہارت کا حق ہے)

(سورۂ احزاب آیت ۳۳)

اور یہ تو وہ فضیلت ہے جس کا کوئی معاند اور مکابر بھی انکار نہیں کر سکتا۔

(۲)

آیۂ مباہلہ (جس میں حضرت علیؑ کو خدا نے نفس رسولؐ قرار دیا، اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کو فرزندانِ رسولؐ کہا — جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

..قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ۔

(کہہ دیجئے کہ:
آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو۔
اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو — اپنے نفسوں کو — اور تمہارے نفسوں کو۔
اس کے بعد ہم گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں گے)

(سورۂ آل عمران)

خداوند عالم کی طرف سے حضرت علیؑ کو نفسِ رسولؐ قرار دیا جانا وہ عظیم الشان فضیلت ہے جس میں کوئی آپ سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

آیۂ قربیٰ : ارشادِ قدرت ہے :

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ :

(ذوالقربیٰ کو اُن کا حق دے دو)

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۶)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولِ خدا نے جنابِ سیدہؑ کو بلایا اور فدک کا ہبہ نامہ آپ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"یہ تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کیلئے مخصوص ہے۔"

(۴)

آیۂ مودت : ارشادِ قدرت ہے :

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ۔

اور جن لوگوں کی مودت و محبت کو خداوندِ عالم نے حضرت رسولِ خدا کی تبلیغِ رسالت کا اجر قرار دیا ہے اُن سے دشمنی کرنے والوں کو اپنا دشمن قرار دینا رسولؐ مقبول کا حق ہے۔

(نقل بالمعنیٰ)

(۵)

آیۂ درود : ارشادِ قدرت ہے :

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(بیشک خدا اور اُس کے فرشتے پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں۔
اے ایمان والو۔ تم بھی اُن پر درود بھیجو اور سلام کرو جیسا کہ
سلام کا حق ہے)

(سورۃ احزاب آیت ۵۶)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولِ خدا نے اصحاب سے فرمایا:
"مجھ پر ناقص درود نہ بھیجنا۔
لوگوں نے پوچھا کہ ناقص درود کون سا ہے؟
فرمایا: جس میں میرا ذکر تو ہو، لیکن میری آل کا ذکر نہ ہو۔
دیکھو درود اس طرح بھیجا کرو:
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ...

(نقل بالمعنیٰ)

(۶)

امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے سورہ یٰس کی ابتدائی آیتیں
پڑھیں اور فرمایا:
"یہ بتاؤ یٰس کون ہے۔؟
سب نے کہا: حضرتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔
آپ نے پھر سورہ مبارکہ "صافات" کی مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت
فرمائی:
سَلَامٌ عَلٰى آلِ يٰسٓ (سلام ہو آلِ یٰسین پر)

(سورہ صافات آیت نمبر ۱۳۰)

اور فرمایا کہ جب یٰس حضورِ اکرمؐ ہیں تو آلِ یٰسین کون لوگ ہیں سوائے آلِ رسولؐ کے ۔۔۔؟

۷

آیتِ خمس: ارشادِ قدرت ہے:
وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ ..
(اور جان لو کہ تمہیں جو بھی فائدہ ملے تو اس کا خمس؛ اللہ، رسولؐ اور رسول کے قرابتدار ... کا ہے)
(سورۃ انفال آیت ۴۱)

آیت میں خداوندِ عالم نے ذوی القربیٰ کے حصے کا تذکرہ رسولؐ کے ساتھ کیا ہے۔

۸

آیۂ ولایت: ارشادِ قدرت ہے:
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ.
(بے شک ۔ تمہارا ولی: اللہ، اس کا رسولؐ ۔ اور وہ صاحبانِ ایمان ہیں جو: نماز قائم کرتے ہیں، اور حالتِ رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں)
(سورہ مائدہ آیت ...

خداوندِ عالم نے امیرالمومنینؑ کی ولایت کا تذکرہ حضورِ اکرمؐ کی ولایت کے ساتھ کیا ہے۔
(نقل بالمعنیٰ)

آیہ ذکر، ارشادِ قدرت ہے:

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے دریافت کرو۔)

اسی کے ساتھ امام علیہ السلام نے سورہ طلاق کی آیت پڑھی۔ جس میں ارشادِ قدرت ہے:

..قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلًا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

(بیشک خداوندِ عالم نے تم لوگوں کی طرف ذکر نازل کیا (یعنی رسولؐ جو تمہارے سامنے آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتا ہے)

جب خداوندِ عالم نے پیغمبرؐ کو ذکر کہا ہے، تو اہلِ ذکر، یعنی اہلبیت پیغمبرؐ

(نقل بالمعنی)

۱۰

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے)

تو حضورِ اکرمؐ نے مہینوں یہ معمول رکھا کہ خانۂ حضرت علیؑ وجناب سیدہؑ پر کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے پھر مسجد تشریف لے جاتے تھے۔

تاکہ دنیا والے پہچان لیں کہ رسولؐ کے اہلبیتؑ کون لوگ ہیں۔

(تحف العقول، عیون اخبار الرضا وغیرہ)

نہج البلاغہ میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لا یقاس بآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ من ھذہ الامۃ احد

(بیشک آلِ محمدؐ پر اس امت کے کسی شخص کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔)

پروردگارِ عالم نے جن ہستیوں کا اصطفار کیا ہے ـــ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔

(یقیناً خداوندِ عالم نے آدمؑ، نوحؑ، اولادِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کو تمام جہانوں پر منتخب (قرار) دیا۔)

ان کو کائنات پر امتیاز بھی عطا کیا ہے۔ کیونکہ اس کا انتخاب بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔

وہ جن لوگوں کو منتخب کرتا ہے انہیں ایسی روحانی قوت اور

غیر مرئی توانائیاں عطا فرماتا ہے جنھیں دوسرے لوگ برداشت نہیں کرسکتے۔

چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ بنت موسیٰ بیان کرتی ہیں کہ :

"میں نے امامؑ کو دیکھا کہ ایک جگہ کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ کسی سے گفتگو فرمارہے ہیں لیکن کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

میں نے پوچھا ، مولاؑ - آپ کس سے گفتگو فرمارہے ہیں ؟

فرمایا کہ : یہ عامر الدہرائی آئے ہیں کچھ دریافت کرنے ۔ اور کچھ شکایات (ان کو درپیش ہیں) وہ بیان کررہے ہیں۔

میں نے عرض کیا : مولاؑ : میں بھی ان کی گفتگو سننا چاہتی ہوں۔

امامؑ نے فرمایا کہ : اگر ایسا کیا تو ایک سال تک بخار میں مبتلا رہوگی۔

میں نے کہا : کچھ بھی ہو، میں سننا چاہتی ہوں۔

امامؑ نے فرمایا کہ : لو۔ سنو !

میں نے توجہ سے سُنا تو سیٹی جیسی کوئی آواز تھی ۔ مگر اس کے بعد میں ایک سال تک بخار میں مبتلا رہی۔

غور فرمایئے :

- جناب حکیمہ امام وقت کی بہن تھیں۔
- انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ گویا امامؑ چپکے چپکے کسی سے بات چیت کررہے ہیں، مگر کوئی شخص نظر نہیں آرہا ہے۔
- تعجب سے پوچھا کس سے بات کررہے ہیں ؟

• ۔ امامؑ نے بظاہر ایک جن کا نام لیا۔

(یہ بتا دیا ان پر حق انسانوں کے بھی امام تھے اور جنوں کے بھی)

• ۔ جناب حکیمہ کو اشتیاق ہوا کہ وہ بھی اس کی آواز سنیں۔

• ۔ امام نے سمجھانا چاہا کہ تم برداشت نہیں کر سکتیں۔ مگر انہوں نے اصرار کیا۔ تو امامؑ نے حجابات ہٹا دیئے۔ جس کے بعد انہوں نے وہ آواز سنی، مگر برداشت نہ کر سکیں، اور جیسا کہ امامؑ نے بتا دیا تھا۔ ایک سال تک بیمار رہیں۔

وہ امام وقت کی بہن تھیں۔ مگر تین حجابات درمیان میں حائل تھے:

• ۔ حجابِ بصارت : کہ وہ اُس سوال کرنے والوں کو دیکھنے سے قاصر تھیں۔

• حجابِ سماعت : کہ وہ اُس کی بات نہیں سُن سکتی تھیں۔

• ۔ حجابِ فہم و ادراک : کہ وہ اُس کی گفتگو سمجھنے سے قاصر تھیں۔

جب اُن کے اصرار پر امام علیہ السلام نے حجابِ سماعت اٹھا دیا تب بھی وہ اُس کی بات سمجھنے سے عاجز تھیں صرف ایک آواز سُن سکیں جس کو برداشت کرنے سے قاصر تھیں، اس لئے ایک سال تک بیمار رہیں۔

(مناقب ۴، ۳۳۳)

یوں تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سیکڑوں معجزات وکرامات ہیں، جن کا تذکرہ ہمارے گرامی قدر علمائے کرام نے اپنی اپنی تالیفات میں کیا ہے۔

خاص طور سے "مدینۃ المعاجز" میں نہایت تفصیل سے اس کا تذکرہ موجود ہے۔

لیکن ہم تیمناً و تبرکاً چند معجزات وکرامات کے تذکرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دلوں کے حالات سے باخبر

عبداللہ بن مغیرہ کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

"میں واقفی مذہب کا پیروکار تھا، اور اسی کے مطابق میں نے حج کا فریضہ انجام دیا۔

حج کے بعد، مکہ مکرمہ پہونچا تو میرے دل کے اندر ایک اضطراب سا تھا۔

چنانچہ میں نے خانہ کعبہ میں "ملتزم" کے ساتھ چپک کر بارگاہ معبود میں درخواست کی۔

"پالنے والے۔ تو میری طلب اور ارادہ سے باخبر ہے۔ تو اُس مذہب کی طرف میری رہنمائی فرما، جو سب سے بہتر ہے۔"

یہ دعا کرتے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دوں۔ چنانچہ میں مدینہ منورہ پہنچا۔

وہاں پہونچ کر میں نے امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضری دی۔

میں نے آپ کے دروازہ پر خدمت گار سے کہا کہ:

جاؤ اپنے آقا سے کہو کہ عراق کا ایک شخص آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہوا ہے۔

ابھی میں نے اس خدمت گار سے یہ بات کہی تھی کہ اندرون خانہ سے امام علیہ السلام کی آواز آئی:

"اے عبداللہ بن مغیرہ آجاؤ۔ اے عبداللہ بن مغیرہ، گھر کے اندر داخل ہو جاؤ۔"

یہ سن کر میں بیت الشرف کے اندر چلا گیا۔

امام علیہ السلام کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا:

قَدْ اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَكَ وَهَدَاكَ لِدِيْنِهِ

(بیشک خداوند عالم نے تمہاری دعا قبول فرمائی، اور اپنے دین کی طرف تمہاری رہنمائی فرمادی۔)

میں نے عرض کیا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی حجتِ خدا اور مخلوقات کیلئے اس (کی شریعت) کے امانت دار ہیں۔

اس واقعہ کو جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عیون الاخبار میں ـــ اور حمیری نے اپنی کتاب "الدلائل" میں بھی بیان کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۳۴۹۰۲

بحوالہ: کافی (محمد بن یعقوب کلینیؒ)

اس واقعہ میں چند امور خاص طور سے قابلِ غور ہیں:

(۱) :- جب انسان سچے دل سے، بارگاہِ معبود میں ہدایت کی درخواست کرے تو پروردگارِ عالم کی طرف سے اس کی رہنمائی کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔

(۲) :- عبداللہ بن مغیرہ اگرچہ راہِ ہدایت سے ہٹا ہوا تھا، مگر اس کے باطن میں حق کی تلاش کا جذبہ زندہ و بیدار تھا چنانچہ اس نے حج کے بعد، خانہ کعبہ کے ملتزم سے لپٹ کر پروردگار عالم سے ہدایت کی درخواست کی تو قدرت کی طرف سے اس کی ہدایت کے اسباب فراہم کر دیئے گئے، اور اس کے قدم خود بخود مدینہ منورہ

کی طرف اٹھ گئے۔

(۳) :۔ امامِ وقت کا جو نکہ اپنے پروردگار سے خصوصی رابطہ ہوتا ہے' اس لئے عبداللہ بن مغیرہ نے خداوندِ عالم کی بارگاہ میں جو دعا کی' اُس دعا کی اجابت کی نوید' پروردگارِ عالم کی طرف سے' امام علیہ السلام تک پہنچ گئی۔

(۴) :۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن مغیرہ نے امام علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوکر' اُن کے غلام و خدمت گار کے ذریعہ سے' اپنی آمد کی اطلاع بھیجنی چاہی' مگر قبل اس کے کہ وہ غلام امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر' اس کا پیغام پہونچاتا' امام علیہ السلام کو اُس کے آنے کی خبر ہوچکی تھی۔

(۵) امام علیہ السلام نے اپنے گھر کے اندر سے عبداللہ بن مغیرہ کو نام لے کر پکارا اور اندر آنے کی اجازت دی' جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ در و دیوار عام انسانوں کیلئے حجاب ہوتے ہیں' امامِ وقت کیلئے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی۔ وہ ظاہر کو بھی جانتے ہیں' باطن کو بھی۔

چنانچہ جب عبداللہ بن مغیرہ نے ان شواھد کا مطالعہ کیا' تو ان کے تمام شکوک و شبہات دور ہو چکے تھے' حقیقت کا سورج طلوع ہو چکا تھا' اور وہ حق الیقین کی منزل پر فائز ہو چکے تھے کہ میں جس ذات والاصفات کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' یہی امامِ وقت' حجتِ خدا اور پیشوائے دین و دنیا ہیں۔

چنانچہ اُنہوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی اپنی زبان پر یہ کلماتِ حق جاری کئے کہ :

"میں گواہی دیتا ہوں کہ : "آپ ہی حجتِ خدا (امامِ برحق) ہیں۔

"آپ ہی شریعتِ الٰہیہ کے امانت دار و پاسبان ہیں۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے جسے احمد بن عبداللہ غفاری نے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ :

امام علیہ السلام سے میں نے یہ ذکر تو کیا کہ اُن پر کسی شخص کا قرض ہے جس کی ادائگی کا سامان نہیں ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ :

"قرض کی مقدار کتنی ہے !

امام علیہ السلام نے پہلے ان کیلئے کھانے کا اہتمام کیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"تکیہ اٹھاؤ، اور اُس کے نیچے جو کچھ ہے لے لو۔"

چنانچہ انہوں نے تکیہ اٹھایا تو وہاں بہت سے دینار (سونے کے سکّے) رکھے ہوئے تھے، جو انہوں نے اٹھا لئے، اور وہ اپنے گھر چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ جب میں گھر پہنچا تو (رات کا وقت تھا) چراغ منگوایا، اور اُن دیناروں کو دیکھا تو وہ اڑتالیس (۴۸) تھے جن میں ایک دینار ایسا تھا جو خاص طور سے چمک رہا تھا۔ مجھے وہ بہت اچھا لگا، میں اٹھا کر اُسے چراغ کے نزدیک لے گیا تو اُس پر ایک واضح عبارت نظر آئی۔

حَقُّ الرَّجُلِ ثَمَانِیَةٌ وَعِشْرُونَ دِینَاراً وَمَا بَقِیَ فَهُوَ لَکَ

(اُس قرض خواہ کے تمہارے ذمّہ اٹھائیس (۲۸) دینار باقی ہیں (اُسے ادا کردو) اس کے علاوہ جو بچے گا، وہ تمہارے لئے ہے)۔

(اثبات الہداۃ جلد ۶ صفحہ ۲۵۰)

"عیون اخبار الرضاؑ" میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ :

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ : "جب میں عراق جانے لگا تو امام علی رضاؑ

کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تاکہ آپ سے رخصت ہو کر جاؤں۔

دل میں تھا کہ جب امام سے رخصت ہوں گا تو آپ سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ آپ مجھے اپنا پہنا ہوا کوئی لباس عطا فرمائیں، جسے میں اپنے کفن کیلئے رکھوں، اور اپنے مال سے کچھ درہم (چاندی کے سکے) مرحمت فرمائیں جن سے میں اپنی بیٹیوں کے لئے انگوٹھیاں بنواؤں۔

لیکن جب میں امام کے پاس پہنچا، تو آپ سے جدائی کے تصور سے ایسا غمزدہ ہوا اور مجھ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ میں درخواست کرنا بھول گیا۔

جب امام کے پاس سے رخصت ہو کر روانہ ہونے لگا، تو امام علیہ السلام نے آواز دے کر مجھے واپس بلایا، اور فرمایا:

"کیا تمھیں پسند نہیں ہے کہ میں تمہیں اپنا کوئی لباس عطا کردوں، جو تم اپنے کفن کیلئے (رکھنا چاہتے ہو) - اور کیا یہ بات تمہیں اچھی نہیں لگے گی کہ میں کچھ درہم (چاندی کے سکے) تمہیں دوں جس سے تم اپنی بیٹیوں کیلئے انگوٹھیاں بنواؤ-؟"

میں نے عرض کیا: "فرزندِ رسولؐ - ان دونوں باتوں کی تو میرے دل میں تمنا تھی، لیکن آپ سے جدائی مجھ پر اتنی شاق ہے، اور رخصت کے وقت ایسا رونا آرہا ہے کہ میں آپ سے ان چیزوں کی درخواست نہ کرسکا۔

امام علیہ السلام نے تکیہ اٹھایا، اس کے نیچے آپ کی قمیص تھی - جو آپؑ نے مجھے مرحمت فرمائی۔

پھر جا نماز کی طرف ہاتھ بڑھا کر تیس عدد چاندی کے سکے اٹھائے اور مجھے عطا فرمائے۔

(اثبات الہداۃ ۳: ۲۶۷، ۲۶۸)

ابو نصر بزنطی کہتے ہیں کہ :

"میں شکوک و شبہات میں گرفتار تھا، میں نے حضرت امام علی رضاؑ کی خدمت میں خط لکھ کر ملاقات کی اجازت طلب کی۔

میرے دل میں یہ ارادہ تھا کہ جب امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو قرآن مجید کی تین آیتوں کے بارے میں، جن کے سلسلہ میں میرا ذہن الجھا ہوا تھا دریافت کروں گا۔

امام علیہ السلام نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :

"خداوندِ عالم، ہم سب کو عافیت عطا کرے۔ تم نے ملاقات کی جو اجازت طلب کی ہے، تو آج کل مجھ سے ملنا دشوار ہے ان (ظالموں) نے مجھ پر زمین تنگ کر رکھی ہے اس لئے آج کل تم نہیں آسکتے ہو البتہ بعد میں انشاء ملاقات ہو سکے گی۔

اسی خط میں امام علیہ السلام نے اُن تینوں آیتوں کے بارے میں، میرے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جواب بھی تحریر فرما دیئے۔

خط پڑھ کر میں حیرت و تعجب میں رہا کہ جن باتوں کا میں نے ذکر بھی نہیں کیا تھا، صرف دل میں ارادہ تھا کہ جب ملاقات ہوگی تو دریافت کروں گا، لیکن امام نے ان سوالات کے جوابات بھی تحریر فرما دیئے۔

بزنطی نے اس کے بعد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ :

"ایک دفعہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی سواری بھیج کر مجھے گھر بلایا۔

میں اُس پر سوار ہو کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، رات کا وقت تھا، میں کافی دیر

تک امامؑ ہی کے پاس رہا، یہاں تک کہ جو لوگ آتے تھے اٹھ اٹھ کر جانے لگے۔
جب امامؑ کی نشست برخواست ہونے لگی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:
"تم تو اس وقت شہر کی طرف نہیں جا سکتے!؟
میں نے عرض کیا: ہاں مولا، بات تو ایسی ہے۔
فرمایا کہ: پھر آج کی رات ہمارے ہاں ہی ٹھہرو، صبح کے وقت چلے جانا۔
میں نے عرض کیا: ہاں۔ ایسا ہی کروں گا۔
پھر آپؑ نے خدمت گار کو حکم دیا کہ میرا بستر ان کے لئے بچھاؤ، جو تکیہ میں لگاتا ہوں، وہ ان کے سرہانے رکھو، اور جس لحاف کو اوڑھ کر میں سوتا ہوں، وہ انکے اوپر ڈال دو۔
امامؑ کا حسنِ سلوک دیکھ کر میں نے دل میں سوچنا شروع کیا کہ میری جیسی رات کس کی ہو سکتی ہے کہ امامِ وقت نے مجھے وہ منزلت عطا کی جو کسی کو نہ ملی اور مجھے وہ شرف عطا کیا، جو کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ آپؑ نے میرے لئے اپنی سواری بھیجی، جس کے ذریعہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے لئے اپنا بستر بچھوایا، اپنا مخصوص تکیہ مجھے مرحمت فرمایا، جس لحاف میں خود سوتے تھے وہ مجھے اڑھایا.....
میرے جیسا کون ہو سکتا ہے!؟
جیسے ہی میرے دل میں یہ خیالات آئے امام علیہ السلام نے فرمایا۔
"تمہارے دل میں کوئی فخریہ بات نہ آئے، خداوندِ عالم کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کو برقرار رکھو اور اسی پر اعتماد کرو۔"
یہ جملے فرمائے، اور تشریف لے گئے۔
❁
احمد بن عمر الحلاب کا بیان ہے کہ:

مکۂ مکرمہ میں، اخرس کو سنا کہ وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔

اس کی باتیں سن کر میں غم و غصہ سے بے قابو ہو گیا۔

شہر میں داخل ہوا، ایک چھرا خریدا، اور طے کر لیا کہ جب بھی وہ سامنے آیا، اسے قتل کر کے رہوں گا۔

چنانچہ ایک جگہ اُس کا انتظار ہی کر رہا تھا کہ مجھے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف سے ایک رقعہ موصول ہوا، جس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِحَقِّیْ عَلَیْكَ، لَمَا كَفَفْتَ عَلَى الْاَخْرَسِ، فَاِنَّ اللّٰہَ ثِقَتِیْ وَھُوَ حَسْبِیْ

(خدا کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تمہیں میرے حق کی قسم، اخرس کو چھوڑ دو۔ بیشک خداوند عالم پر ہی میرا بھروسہ ہے، اور وہی میرے لئے کافی ہے)

ملاحظہ فرمائیے:

صفار کی بصائر الدرجات

بحوالہ: اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵، ۹۱

بارانِ رحمت کی دعا

امام علیہ السلام کی ولیعہدی کے سال، اتفاقاً بارش نہیں ہوئی، تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

مامون نے امام علیہ السلام سے درخواست کی:

اے فرزندِ رسولؐ۔ بارش کے لئے دعا فرمائیں گے۔؟

امام نے فرمایا: ہاں:

اس نے پوچھا "کس دن کا اعلان کر دیا جائے"؟

امامؑ نے فرمایا کہ: پیر کے دن، کیونکہ حضرت رسولِ خداؐ خواب میں تشریف لاتے تھے، اور انہوں نے فرمایا ہے کہ:

"اے نورِ نظر۔ ابھی انتظار کرو۔ پیر کے دن صحرا کی طرف نکلو۔ اور بارش کی دعا کرو۔ خداوندِ عالم سب لوگوں کو سیراب کرے گا، اور تم ان لوگوں کو اللہ کی عطا کردہ وہ بات بتاؤ گے جس سے وہ بے خبر ہیں" تاکہ ان لوگوں کو تمہارے فضل، اور پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں، جو تمہارا مرتبہ ہے، اس کا زیادہ اندازہ ہو۔

چنانچہ جب پیر کا دن آیا تو آپ صحرا کی طرف نکلے، خلقت جمع تھی، اور سب کی نگاہ آپ کی طرف تھی۔

آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے پروردگار کے بعد فرمایا:

يَا رَبِّ اَنْتَ عَظَّمْتَ حَقَّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَتَوَسَّلُوْا بِنَا كَمَا اَمَرْتَ،

وَ اَمَّلُوْا فَضْلَكَ وَ رَحْمَتَكَ وَ تَوَقَّعُوْا اِحْسَانَكَ وَ نِعْمَتَكَ فَاسْقِهِمْ

سُقْيًا نَافِعًا عَامًّا غَيْرَ رَائِثٍ وَلَا ضَائِرٍ

وَ لْيَكُنْ اِبْتِدَاءُ مَطَرِهِمْ بَعْدَ انْصِرَافِهِمْ مِنْ مَشْهَدِهِمْ هٰذَا

اِلٰى مَنَازِلِهِمْ وَ مَقَارِّهِمْ۔

(خداوندا۔ تو نے ہم اہلبیتؑ کے حق کو عظیم قرار دیا، اور تیرے حکم کے مطابق (بندگانِ خدا) ہم سے وابستہ ہوتے، یہ لوگ تیرے فضل (و کرم)، اور تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے احسان اور تیری نعمت کی تمنا لے کر آئے ہیں، ان پر بارش کا نزول فرما۔ جو نفع بخش ہو، ہمہ گیر ہو، ہر طرح کے نقصان سے دور ہو۔

اور ان لوگوں کیلئے بارش کا نزول اُس وقت ہو جب یہ اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں کی طرف واپس چلے جائیں)

راوی کا بیان ہے کہ :

۱۰ "ذات کردگار کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفےٰؐ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا جیسے ہی امام علیہ السلام نے دعا فرمائی، بادل ہجوم کر آئے، فضا تاریک ہوگئی، گرج چمک ہونے لگی، لوگ اپنی جگہ سے جنبش کرنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ بارش سے بچنے کے لئے یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔

یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے فرمایا۔

"لوگو۔ اطمینان سے رہو، بادل کا یہ ٹکڑا تمہارے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ فلاں شہر کے لوگوں کے لئے نمودار ہوا ہے۔ چنانچہ بادل آگے چلے گئے۔ فضا صاف ہوگئی۔

پھر کچھ اور بادل گرج چمک کے ساتھ آئے، تو ایک بار پھر

لوگوں نے اپنی جگہ سے جنبش شروع کی۔
امام علیہ السلام نے فرمایا:۔ اطمینان سے رہو، یہ بادل بھی تمہارے لئے نہیں ہے، فلاں آبادی کے لئے ہے
وہ بادل بھی آگے بڑھ گئے۔ فضا صاف ہوگئی۔ پھر کچھ اور بادل آئے...
اسی طرح دس بار ہوا، اور ہر بار امام علیہ السلام لوگوں سے یہی فرماتے رہے کہ:
"اطمینان سے اپنی جگہ رہو۔ بادل کا یہ ٹکڑا بھی تمہارے لئے نہیں ہے" بلکہ فلاں آبادی کیلئے ہے۔ پھر جب گیارہواں ٹکڑا بادلوں کا نمودار ہوا تو امام نے فرمایا کہ:

"اے لوگو۔ اب یہ بادل، خداوند عالم نے تمہارے لئے بھیجے ہیں۔ لہذا خداوند عالم کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم پر فضل و کرم فرمایا۔
اب اٹھو، اور اپنے اپنے گھروں، اور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہو جاؤ.... لیکن پریشان نہ ہو، اطمینان سے جاؤ، کیونکہ یہ اس وقت تک رکے رہیں گے، جب تک کہ تم لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر نہ پہونچ جاؤ، اس کے بعد خداوند عالم کی طرف سے ایسی برکات نازل ہونگی، جو اس کے فضل و کرم کے شایان شان ہیں۔

اس کے بعد آپ منبر سے اترے۔ اور لوگ روانہ ہوتے۔ بادل اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ یہ لوگ اپنے گھروں کے قریب پہنچ جائیں۔ اس کے بعد ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ساری وادیاں، حوض، تالاب، صحرا بیابان، ہر طرف پانی پھیل گیا۔ اور لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے:
"کیا کہنے فرزند رسولؐ کے، کیسی اللہ نے کرامت دکھائی۔

نوٹ

اس سے مشابہ واقعہ، بارش کے نزول کے سلسلے میں ،
گیارہویں امام حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے حالاتِ زندگی
میں بھی   آئے گا، جس کا ذکر بیشتر شیعہ سنی مورخین نے اپنی
کتابوں میں کیا ہے)

لوگوں کی موت و حیات کا علم

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھتیجے: یحییٰ بن محمد جعفر کا بیان ہے کہ:

"میرے والد سخت بیمار تھے، تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُن کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔

اُس وقت میرے چچا اسحاق بیٹھے ہوئے تھے، سخت پریشان تھے، اور میرے والد کیلئے بہت شدت سے گریہ کر رہے تھے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ: امام علیہ السلام نے میری طرف رُخ کر کے فرمایا:

"تمہارے چچا اس قدر گریہ کیوں کر رہے ہیں۔؟

میں نے کہا کہ میرے والد کے مرض کی شدت، دیکھ کر، جیسا کہ آپ بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اندیشہ میں ہیں:

امام علیہ السلام نے میری طرف توجہ فرمائی، اور ارشاد فرمایا:

"تم اپنے والد کے بارے میں زیادہ پریشان نہ ہو۔ البتہ (یہ تمہارے عم محترم) اسحاق (جو اپنے بھائی کے سلسلہ میں پریشان ہیں) تمہارے والد سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ:

(جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا):

میرے والد تندرست ہو گئے اور میرے چچا اسحاق دنیا سے رخصت ہو گئے (اثبات الہداۃ ۳: ۲۶۳)

عبداللہ بن حارثہ الکرخی کا بیان ہے کہ:

"میرے دس سے زیادہ بچے ہوئے مگر کوئی بھی زندہ نہیں رہتا تھا۔ تو میں حج کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ کے بیت الشرف پر پہونچا تو دیکھا کہ آپ چادر اوڑھے ہوئے ہیں، میں نے سلام کیا، دستِ مبارک کا بوسہ لیا، آپ نے کچھ مسائل دریافت کئے، پھر آپ سے اولاد کے سلسلہ میں عرض کیا کہ میرا ہر بچہ بہت جلد دنیا سے گذر جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے میری گفتگو سُنی۔ اور دیر تک سر جھکاتے ہوئے، کچھ دعا پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا:

"امید ہے کہ جب تم گھر پہونچو گے تو تمہاری زوجہ امید سے ہوگی، اور تمہارے ہاں ایک کے بعد دوسرا بیٹا ہوگا، جس سے تم ایامِ حیات میں لطف اندوز ہو گے۔ کیونکہ خداوندِ عالم کی مشیت جب شاملِ حال ہو تو وہ دعا قبول کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گیا، جب گھر پہنچا، تو میری زوجہ، جو میری ماموں زاد بہن بھی تھی، امید سے تھی، اس سے ایک بیٹا ہوا جس کا میں نے ابراہیم نام رکھا۔ اس کے بعد دوبارہ اس کے ہاں حمل ٹھہرا اور ایک اور بیٹا پیدا ہوا، میں نے اس کا "محمد" اور اس کی کنیت ابوالحسن رکھی۔

ابراہیم تیس سال سے زیادہ، اور ابوالحسن ۲۴ سال زندہ رہا، جبکہ اس سے قبل کوئی بچہ، ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔

ان دونوں روایتوں پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ:

مستقبل کے سلسلہ میں جو حجابات ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں وہ

امامِ وقت کے سامنے نہیں ہوتے کیونکہ وہ نورِ خدا سے دیکھتے ہیں۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مشہور فرمان ہے کہ:

لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا

"اگر پردے اٹھا دیئے جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔"

مذکورہ بالا دونوں واقعات میں سے پہلے واقعہ میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب اُس مریض کی عیادت کے لئے پہنچے تو مریض کا بھائی بہت زیادہ پریشان تھا، اور اس کا بیٹا اپنے باپ کو حالتِ نزع میں دیکھ کر حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔

مگر امام علیہ السلام نے اسے تسلی دی کہ:

"تم اپنے باپ کے بارے میں جسے تم عالمِ نزع میں سمجھ رہے ہو پریشان نہ ہو، وہ تندرست ہو جائیں گے۔

البتہ۔

"تمہارے چچا، جو اس وقت تندرست نظر آرہے ہیں، اور اپنے بھائی کی بیماری سے اس قدر دل گرفتہ ہیں، وہ اُن سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

گویا:

امام علیہ السلام ایک بھائی کی حیات کا مشاہدہ فرما رہے تھے اور دوسرے کی موت کا۔

اسی طرح جس شخص کے بچے دنیا میں زندہ نہ رہتے تھے، اسے بشارت دی کہ اب تمہارے ہاں جو بچے پیدا ہونگے وہ زندہ رہیں گے، تمہارے لئے باعثِ زینت و مسرّت بنیں گے۔

حضور اکرمؐ نے کافی عرصہ قبل فرمایا تھا کہ:

"ہمارے بچے عالمِ طفلی میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں"
(نقل بالمعنی)

سوال سے پہلے ہی جواب مل جائے

حسن بن علی الوشا کہتے ہیں کہ:

میں نے بہت سے مسائل لکھ کر اپنے پاس رکھے تھے اور ان سب کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا اس عنوان سے کہ

"وہ باتیں جو امام علی رضا علیہ السلام کے آبا و اجداد سے منقول ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا، جب میں امامت کے مسئلے میں قطع و یقین تک نہیں پہنچا تھا، اس لئے چاہتا تھا کہ ان کے بارے میں پوری تحقیق و جستجو کروں۔

میں نے وہ مخطوطات اپنے لباس کی آستین میں رکھے، اور امام علیہ السلام کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہو گیا۔

ارادہ یہ تھا کہ جب امامؑ سے خلوت میں ملاقات ہو گی تو اپنی تحریر ان کی خدمت میں پیش کروں گا۔

آپ کے گھر کے قریب پہونچ کر میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا، اور یہ سوچنے لگا کہ کس طرح آپ کی خدمت میں پہونچنے کی اجازت طلب کروں۔ کیونکہ دروازے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

میں ابھی یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا، اور گھر کے اندر جانے کے بارے میں اجازت حاصل کرنے کی فکر میں ہی تھا کہ:

ایک خدمت گار گھر کے اندر سے نکلا، اس کے ہاتھ میں ایک نوشتہ تھا۔
اس نے باہر آکر آواز دی۔
"تم لوگوں میں "حسن بن علی الوشاء بن بنت الیاس البغدادی" نامی شخص کون ہے؟۔
میں نے کہا کہ: حسن بن علی الوشاء تو میں ہوں، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟
خدمت گار بولا کہ:۔ میرے آقا نے یہ نوشتہ دیا ہے کہ میں تمہارے سپرد کردوں، لو، اسے سنبھالو۔
یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔
میں اس نوشتہ کو لے کر ذرا دور ایک گوشے میں چلا گیا، اور اسے پڑھنا شروع کیا، تو میں نے دیکھا کہ:
میں نے جتنے مسائل لکھ کر اپنے پاس رکھے تھے (کہ امام علیہ السلام سے خلوت میں دریافت کروں گا) — اک اک مسئلے کا جواب اس نوشتہ کے اندر موجود تھا۔
امام علیہ السلام کی بھیجی ہوئی تحریر پڑھتے ہی شکوک و شبہات کی دنیا سے باہر آگیا، اور دل کو یقین آگیا کہ آپ ہی امام برحق ہیں۔

خراسان میں ایک خاتون نے جس کا نام زینب تھا، یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی بیٹی ہے خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء اُس کی مادرِ گرامی کا نام ہے۔

لوگوں نے کہا کہ زینب بنت فاطمۃ الزہراؓ کی ولادت تو ۵ ہجری میں ہوئی تھی اس حساب سے تو اس وقت تمہاری عمر دو سو برس کے قریب ہونی چاہیئے[1]۔ جبکہ تم تو جوان ہو۔ دو سو برس کی عمر والا انسان ایسا تو نہیں ہوتا۔؟

کہنے لگی کہ: حضرت علیؓ معجز نما تھے یا نہیں۔؟

سب نے کہا: بیشک تھے۔

وہ بولی کہ میں اُن ہی کی بیٹی ہوں۔ میرے ساتھ بھی اللہ کا عطا کردہ یہ معجزہ ہے کہ ہر چالیس برس کے بعد دوبارہ جوان ہو جاتی ہوں۔

وہ ہر علاقہ میں جا کر اسی قسم کی باتیں کرتی تھی۔ فتنہ پھیلاتی تھی اور لوگوں کو پریشان کرتی تھی۔

لوگوں کے پاس اُس کے ناقابلِ قبول دعوے کے جواب کے لئے

---

[1] سنہ ۲۰۰ ہجری کے قریب اُس خاتون نے وہ دعویٰ کیا تھا۔

کوئی واضح دلیل بھی نہ تھی، اس لئے سب لوگوں نے پریشان ہوکر دربار خلافت سے مدد چاہی۔ خلیفۂ وقت نے مشکل کشا کے فرزند اور وقت کے مشکل کشا امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام سے درخواست کی کہ فرزند رسولؐ آپ ہی مدد فرمایئے، لوگ تو اس کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ حقیقی معنوں میں جناب فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کی اولاد ہیں، خداوند عالم نے ان کا گوشت درندوں پر حرام قرار دیا ہے، وہ خاتون جو اس بات کی دعوے دار ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی بیٹی ہے، اسے (اس بات کا امتحان لینے کے لئے کہ وہ اُن پاکیزہ ہستیوں کی اولاد ہے یا نہیں) درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، اگر وہ سچی ہے تو کوئی درندہ اس کے قریب نہ آئے گا، اور اگر جھوٹی ہے تو درندے اس کو چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔

جب اس خاتون کو یہ بات بتائی گئی تو اس نے کہا کہ امام رضا علیہ السلام بھی تو حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی اولاد ہیں، وہ خود کیوں نہیں چلے جاتے؟

امام علیہ السلام تک جب یہ بات پہنچی تو امامؑ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں درندوں کے کٹہرے میں جاتا ہوں۔

بادشاہ وقت اور وہاں موجود تمام لوگ امام علیہ السلام کے ساتھ درندوں کے کٹہرے کی طرف چلے اور اس خاتون کو بھی اپنے ساتھ لے چلے۔

کٹہرے کا دروازہ کھولا گیا اور امام علیہ السلام اس کے اندر داخل ہو گئے۔ سارے مجمع کی نگاہیں امامؑ کی طرف تھیں، لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ جب امامؑ کٹہرے کے اندر پہنچے تو سارے درندے امامؑ کے قدموں سے لپٹ گئے اور آپ کے پائے اقدس کا بوسہ لینے لگے اور عاجزی کا اظہار کرنے لگے۔

امام علیہ السلام ایک ایک درندے کے پاس جاتے تھے، اس کے چہرے، سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور درندے آکر قدموں کا بوسہ لیتے تھے۔

لوگوں کی نگاہیں حیرت و تعجب کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی۔

پھر امام علیہ السلام اس کٹہرے سے باہر آگئے اور فرمایا کہ "اس خاتون سے بھی کہو کہ اسی طرح کٹہرے میں چلی جائے۔ اس نے جانے سے انکار کیا تو بادشاہ کے حکم کے مطابق دربار کے لوگوں نے اسے پکڑ کر زبردستی درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا۔ اور آنِ واحد میں درندوں نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

نوٹ

بعض اربابِ تاریخ نے لکھا ہے کہ اس خاتون نے موت کے ڈر سے توبہ کر لی تھی، جس کے بعد اسے معاف کر دیا گیا۔ لیکن اکثر شیعہ اور سُنّی مورخین نے یہی لکھا ہے کہ اس کو درندوں کے کٹہرے میں ڈالا گیا تھا جنھوں نے اس کو چیر پھاڑ کر کھالیا۔

(ملاحظہ فرمائیے: مطالب السؤل، صواعق محرقہ:
ابن حجر مکی، مناقب ابن شہر آشوب
(بحوالہ اثبات الہداۃ ۳: ۳۱۳)

دستِ پیغمبرؐ اور دستِ علیؑ کی مساوات

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ:

یَدِی وَیَدُ عَلِیٍّ فِی الْعَدْلِ سَوَاءٌ

(عدل وانصاف کے معاملہ میں میرا اور علیؑ کا ہاتھ یکساں ہے)۔

یہ بات اگرچہ حضور اکرمؐ نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں فرمائی تھی، مگر اس کا انطباق ہمارے تمام آئمہ طاہرینؑ کی حیاتِ طیبہ کے دوران پیش آنے والے واقعات پر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

یہاں تک کہ اس مسئلے میں خواب اور بیداری کے اندر بھی فرق نظر نہ آئے۔

جیسا کہ ہم امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی زندگی کے ایک مشہور واقعہ میں دیکھتے ہیں جسے بکثرت اربابِ تاریخ وسیر نے بیان کیا ہے۔

محمد بن عیسیٰ کی روایت ہے:

ابو حبیب النباجی کا بیان ہے کہ:

"میں نے خواب میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو دیکھا کہ "نباج[1]" میں تشریف لائے ہیں اور جس مسجد میں حاجیوں کا قافلہ اترتا ہے اسی میں آنحضرت تشریف فرما ہیں۔

میں حضور اکرمؐ کے پاس گیا، آپ کو سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیا۔

میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق کے اندر کچھ صیحانی کھجوریں رکھی ہیں۔

آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر کچھ کھجوریں مجھے عطا فرمائیں

میں نے انھیں گنا تو اٹھارہ (۱۸) کھجوریں تھیں۔

خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں نے سوچا کہ شاید میں ۱۸ سال زندہ رہونگا۔

(جس کی طرف کھجوروں کی تعداد اشارہ کررہی ہے)

کچھ دنوں کے بعد میں اپنی زمین پر کھیتی باڑی کررہا تھا۔ کہ کسی شخص نے مجھے اطلاع دی کہ مدینہ منورہ سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ دیباج کی اسی مسجد میں تشریف فرما ہیں، اور لوگ تیزی کیساتھ ان کے پاس جارہے ہیں۔

میں بھی ان کی زیارت کیلئے روانہ ہوگیا۔

پہونچا تو دیکھا کہ امام علیہ السلام مسجد میں اسی جگہ بیٹھے ہیں جس جگہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا، اور امامؑ کے سامنے بھی صیحانی کھجوریں اسی طرح ایک طبق میں رکھی ہیں جس طرح پیغمبرؐ کے سامنے رکھی تھیں۔

میں نے امامؑ کو سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیا۔ مجھے قریب بلایا۔ اور اس طبق میں سے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے دی۔

میں نے انھیں گنا تو ۱۸ تھیں۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ اور عطا

---

[1] بصرہ میں حاجیوں کے ٹھہرنے کی ایک جگہ ہے جسے "نباج" کہا جاتا ہے۔

فرمایئے!

امام نے فرمایا کہ اگر حضرت رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ و آلہٖ) نے اس سے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی دیتا۔

ملاحظہ فرمایئے:

جامع کرامات الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۱۵۶

نور الابصار بحوالہ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ (الرضاؑ)

تمام زبانوں پر دسترس

خالقِ دو جہاں نے قرآن مجید میں جناب سلیمان (پیغمبرؑ) کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔

(اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور فرمایا،

"اے لوگو! ہمیں پرندوں کی گفتگو کا علم دیا گیا ہے، اور ہر (فضیلت والی) چیز کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے۔ بیشک یہ (اس کا) کھلا ہوا فضل ہے)۔

(سورہ مبارکہ النمل)

مذکورہ بالا آیت اس بات کی واضح نشاندہی کر رہی ہے کہ پروردگارِ عالم نے جن ہستیوں کو زمین پر اپنا نمائندہ بنایا ہے انہیں اپنے فضل و کرم سے خصوصی امتیازات سے نوازتا ہے۔

اب اگر تاریخ کے صفحات پر ہمیں ایسے واقعات نظر آئیں کہ ہمارے ائمہ کرامؑ نے مختلف ممالک کے آنے والے لوگوں سے الگ الگ زبانوں میں گفتگو کی۔ تو نہ اس پر تعجب کرنا چاہیئے، اور نہ اس کے انکار کی کوئی وجہ ہے۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کے بارے میں اربابِ تاریخ نے تصریح کی ہے کہ آپ ہر شخص کی زبان جانتے تھے اور مختلف ممالک سے آنے والے لوگوں کے ساتھ ان ہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔

اختصار کے پیشِ نظر ہم اس جگہ نمونہ کے طور پر صرف دو واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱)

امامؑ کے ایک خدمت گار یاسر کا بیان ہے کہ،

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے گھر میں رُوم اور صقلب کے دو خدمت گار رہتے تھے جو ایک روز رومی اور صقلبی زبان میں ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ:

"ہم لوگ اپنے ملکوں میں تو ہر سال "فصد" کھلواتے تھے، لیکن یہاں ابھی تک یہ کام نہیں کرا سکے۔

وہ لوگ نزدیک ہی تھے۔ اُن کی آواز امامؑ نے سُن لی، تو اگلے دن فصد کھولنے والے کو بلایا، جس نے اُن لوگوں کی "فصد" کھولی۔

(۲)

سندھ کے رہنے والے ابو اسمعیل[۱] نامی شخص کا بیان ہے کہ میں نے

---

[۱] ممکن ہے کہ اس شخص کا پہلے کوئی نام رہا ہو اور جب اس نے مدینہ میں حاضری دے کر ایمان قبول کیا ہو، تو اس کا یہ اسلامی نام رکھا گیا ہو، یا یہ کہ چونکہ سندھ کی ثقافت پر ابتدا میں عربی زبان کا بہت اثر رہا ہے، اس لئے ان کا یہی نام رہا ہو۔

ہندوستان میں یہ بات سُنی تھی کہ عرب کی سرزمین پر کوئی حجتِ خدا زندگی گذار رہے ہیں تو میں ان سے ملاقات کیلئے سرزمینِ عرب کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو لوگوں نے مجھے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔

میں عربی زبان سے واقف نہیں تھا' اس لئے سندھی زبان میں ہی سلام کیا اور امام نے مجھے میری زبان میں ہی جواب دیا۔ تو میں نے امام علیہ السلام سے سندھی زبان میں بات چیت شروع کر دی' اور وہ مجھے اسی زبان میں میری باتوں کا جواب دیتے رہے۔

میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"مجھے اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ،

عرب کی سرزمین پر ایک حجت خدا زندگی گذار رہے ہیں۔ تو میں اُن سے ملاقات کے ارادہ سے یہاں کے لئے روانہ ہوا' یہاں پہونچنے پر لوگوں نے مجھے آپ کی خدمت میں پہنچایا" تاکہ میں حجتِ خدا سے مل سکوں)

امام نے حجتِ خدا ہونے کا اقرار کیا اور پھر فرمایا کہ:

"تمہیں کچھ باتیں دریافت کرنی ہوں تو پوچھ لو۔

میں نے امام علیہ السلام سے بہت سی باتیں دریافت کیں اور آپ نے میرے تمام سوالات کے جوابات سندھی زبان میں ہی دیئے۔

اس کے علاوہ بھی جن ممالک کے لوگوں نے امام سے ملاقات کی' ان کا بیان ہے کہ امام نے اُن لوگوں سے اُن ہی کی زبان میں بات چیت کی۔

ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ:
حضرت امام علی رضا علیہ السلام تمام لوگوں سے اُن ہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے
میں نے جب اس سلسلہ میں امامؑ سے دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:
یَا اَبَا الصَّلْتِ - اَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ - وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَتَّخِذَ حُجَّةً عَلٰی قَوْمٍ وَهُوَ لَا يَعْرِفُ لُغَاتِهِمْ ؟ اَوَمَا بَلَغَكَ قَوْلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ):
"اُوْتِيْنَا فَصْلَ الْخِطَابِ"
وَهَلْ هُوَ اِلَّا مَعْرِفَةُ اللُّغَاتِ !؟
(اے ابوصلت- میں اللہ کی طرف سے اُس کی مخلوقات کیلئے حجت ہوں- اور کوئی شخص کسی ایسی قوم پہ کیسے حجت ہو سکتا ہے، جو اُن کی زبان نہ جانتا ہو۔
کیا تمہیں نہیں معلوم کہ امیر المومنین (حضرت علی ابن ابی طالبؑ) نے فرمایا تھا:
(اوتینا فصل الخطاب (ہمیں فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے)
اور کیا فصل الخطاب زبانوں کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔
؟
(مناقب ابن شہر آشوب ۴،۳۳۳)

شیخ محمد بن الحسن الحر نے اپنے قصیدے میں امامؑ کی توصیف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وَعِلْمُهُ بِجُمْلَةِ اللُّغَاتِ
مِنْ أَوْضَحِ الْاِعْجَازِ وَالْآيَاتِ

اور آپؑ کا تمام زبانوں کا جاننا واضح معجزات اور الٰہی منصب کی نشانیوں میں سے ہے۔

ملاحظہ فرمایئے:
نزھۃ الجلیس جلد ۲ صفحہ ۱۰۷
بحوالہ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا جلد ۱ صفحہ ۳۹
(باقر شریف قرشی)

اہم واقعات کی پیشین گوئی

پروردگارِ عالم جن ہستیوں کو ہدایت بشر کا ذمہ دار بناتا ہے انھیں خصوصی طور پر اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے، علوم سے آراستہ کر کے بھیجتا ہے اور انھیں ایسے امتیازات سے نوازتا ہے جن کی بنا پر وہ تمام لوگوں سے منفرد اور برتر نظر آتے ہیں۔

ان ہادیانِ برحق کو مالک دوجہاں نے علم وہبی سے نوازا ہے جس کی بنا پر یہ حضرات مستقبل میں پیش آنے والے ایسے واقعات کی نشاندہی فرما دیتے ہیں جن سے لوگ واقف نہ ہوں۔

اس سلسلے میں تاریخ کے اندر ہر امامؑ کے واقعات مستند حوالوں کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بہت بڑی تعداد میں ایسے واقعات اور مستقبل میں پیش آنے والے حوادث کی پیشین گوئی فرمائی جو آپ کی حیات طیبہ میں ہی بالکل اسی انداز سے وقوع پذیر ہوتے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔

اس سے شیعیانِ اہلبیتؑ کا یہ عقیدہ اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے کہ جس طرح سے خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو خصوصی علم سے نوازا تھا، اسی طرح ہمارے آئمہ علیہم اہلبیت طاہرین علیہ السلام کو بھی اس نے علم وہبی سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں چند پیشنگوئیوں کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

①

حسین ابن بشار کی روایت ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مامون اپنے بھائی امین کو قتل کرے گا۔
میں نے تعجب سے پوچھا تھا "کیا ہارون رشید کا بیٹا مامون اپنے بھائی امین کو قتل کر دے گا۔؟
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہاں --- مامون، جو خراسان میں ہے اپنے بھائی امین کو جو بغداد میں ہے قتل کر دے گا۔
کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مامون نے اپنے بھائی امین کو قتل کروا دیا۔

②

امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند محمد نے حکومت کے خلاف خروج کیا، مکہ چلے گئے اور مامون کی بیعت توڑ کر لوگوں کو دعوت دی کہ انکی بیعت کر لیں۔ تو حضرت امام علی رضا نے ان کے پاس جا کر فرمایا "اے عم محترم اپنے والد اور اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرمان کی تکذیب مت کیجیے کیونکہ آپ جس کام کے لئے اٹھے ہیں وہ تکمیل تک پہنچنے والا نہیں ہے" یہ نصیحت فرما کر آپ واپس آ گئے۔
محمد نے آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے بعد جلودی نامی کمانڈر مامون کے بھیجے ہوئے لشکر کے ساتھ محمد ابن جعفر سے مقابلے کیلئے پہنچ گیا اس معرکہ میں محمد اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور انہوں نے مجبور ہو کر پناہ مانگی

تو جلودی نے ان کو پناہ دے دی پھر وہ منبر پر گئے اور اپنے اقدامات سے دستبردار ہوتے اعلان کیا کہ حکومت مامون کی ہے میرا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

(حوالہ کے لئے دیکھئے:

(بحار الانوار مجلسی)

(۳)

امام موسیٰ کاظم کے پوتے حسینؑ کی روایت ہے کہ ہم لوگ خاندان بنی ہاشم کے بہت سے جوان حضرت امام علی رضا کے پاس بیٹھے تھے کہ جعفر ابن عمر علوی نہایت کسمپرسی کی کیفیت میں وہاں سے گذرے جسے دیکھ کر ہم لوگ آپس میں مسکرانے اور ہنسنے لگے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ وقت دور نہیں کہ جب تم لوگ دیکھو گے کہ اس شخص کے پاس مال بھی بہت زیادہ ہے اور اس کے پیچھے چلنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

حسین کہتے ہیں کہ ایک ماہ سے کچھ ہی زیادہ گذرا ہوگا کہ وہ شخص مدینے کا حاکم بنا دیا گیا، اور اس کے حالات تبدیل ہو گئے۔

(الفصول المہمہ: ص ۲۲۹)

(۴)

سبحستانی کا بیان ہے کہ جب مامونؑ کی طرف سے نمائندہ آیا جس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خراسان آنے کی دعوت دی تو میں بھی مدینے میں تھا۔

جس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو الوداع کرلیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ حضور اکرمؐ سے رخصت ہوتے ہوئے بار بار ...

کی قبر مبارک کی طرف جاتے تھے پھر رخصت ہوتے تھے اور بلند آواز سے گریہ و بکا فرماتے تھے۔ میں آگے بڑھا آپ کی خدمت میں سلام کیا' امام نے جواب سلام دیا۔

میں نے سفر کی سلامتی کی دعا کی تو آپ نے فرمایا۔

"یہ بات نہ کرو۔ صورت حال یہ ہے کہ مجھے اپنے جد کی ہمسائیگی سے جدا کیا جا رہا ہے۔ عالم غربت میں میں دنیا سے رخصت ہوں گا' اور ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔"

راوی کہتا ہے کہ جب امام نے رخت سفر باندھا تو آپ کے بعد میں بھی اسی راہ چل پڑا۔ امام علیہ السلام سرزمین خراسان پر پہنچے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ جس کے بعد آپ کو شہید کر کے ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا گیا' اور آپ کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

(ملاحظہ فرمایئے:

الاتحاف بحب الاشراف صفحہ ۵۹۔ اور

اخبار الدول ــــ صفحہ ۱۱۳)

۵

مسافر نامی راوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی رضا کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں راستے سے یحییٰ بن خالد برمکی گزرے جنھوں گرد و غبار سے بچنے کیلئے اپنے چہرے کو رومال سے چھپا رکھا تھا۔

جب امام علیہ السلام کی نگاہ ان پر پڑی تو امام نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو پتہ نہیں کہ اس سال ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

اور جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا: ایک سال کے اندر ہی خاندان۔

پر بنی عباس کی طرف سے وہ زوال آیا، جس کی تفصیلات کتابوں کے اندر موجود ہیں۔
امام علیہ السلام نے اس موقع پر مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ:
"اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ایک ہی جگہ یوں ہوں گے (جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں) اور آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور بیچ والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔
مسافر کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی یہ بات مجھے اس وقت سمجھ میں آئی جب آپ شہید کر دیئے گئے۔ اور آپ کو طوس کی سرزمین پر ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۶)

جعفر ابن صالح کا بیان ہے کہ میں امام علی رضا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور گذارش کی کہ میری بیوی امید سے ہے دعا کیجئے کہ اللہ اسے بیٹا عطا کرے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے شکم میں دو بچے ہیں۔
میں نے عرض کیا کہ پھر میں ایک کا نام محمد اور دوسرے کا علی رکھوں گا۔
یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ لیکن جب دوبارہ امامؑ کی خدمت میں گیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:
ان دو بچوں میں سے ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام اُمّ عمرو رکھنا۔
کچھ دنوں کے بعد جب میں مدینے سے روانہ ہو کر کوفہ میں اپنے گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے دو اولاد عطا کی ہے، ایک لڑکا ایک لڑکی۔ تو میں نے لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام اُمّ عمرو رکھا۔

(۷)

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام موسیٰ کاظم شہید ہو گئے،

اس کے بعد امام علی رضا علیہ السلام نے منصب امامت کے مطابق ہدایت
بشر کی ذمہ داری آزادانہ طریقے سے انجام دینا شروع کی تو ہم لوگوں کو خوف لاحق
ہوا کہ کہیں حاکم وقت آپ کے خلاف بھی کوئی قدم نہ اٹھائے۔ چنانچہ اس سلسلے
میں آپ سے گذارش کی گئی کہ مولا ہم لوگوں کو اندیشہ ہے اس ظالم کی طرف سے
تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"یہ جو چاہے کرے میرے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔
یہی بات مزید تفصیل کے ساتھ امام علیہ السلام نے اپنے کچھ اور اصحاب سے
بھی فرمائی تھی"

چنانچہ محمد ابن سنان کی روایت ہے کہ:

"میں نے ہارون رشید کے زمانہ میں امام علی رضا علیہ السلام سے
عرض کیا تھا کہ:

"مولا! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہارون رشید کی تلوار سے اہلبیت" اور
ان کے شیعوں کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں — اس کے باوجود آپ
آزادانہ طریقے سے" اپنے والد کی نشست پر بیٹھ کر ہدایت کا فریضہ انجام
دے رہے ہیں — اور یہ بات ہر طرف مشہور ہو رہی ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح حضرت رسول اللہ نے
ارشاد فرمایا تھا کہ "اگر ابو جہل میرے سر کا ایک بال بیکا کر دے تو یوں
کہ میں پیغمبر نہیں ہوں — اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا
بال بیکا کر سکے تو تم لوگ سمجھ لینا کہ میں امام نہیں ہوں۔

* کون نہیں جانتا کہ ابو جہل مکہ مکرمہ میں حضرت رسول خدا کے خلاف

کس قدر سازشیں کرتا تھا، یہاں تک کہ شب ہجرت جب مکہ کے تمام قبائل نے یہ سازش کی تھی کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص پیغمبرؐ پر ضرب لگائے تاکہ بنی ہاشم کسی ایک خاندان سے بدلہ نہ لے سکیں۔ تو اس سازش کا مرکزی کردار بھی ابوجہل ہی تھا، لیکن اس کے باوجود وہ حضرت رسولِ خداؐ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ہارون رشید میرے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔ اور واقعاً ایسا ہی ہوا۔

امام علیؑ کے بارے میں اغیار کی گواہی

پروردگار عالم نے ہمارے ہادیانِ برحق، حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کو جو عظمت وجلالت عطا کی ہے، اس کی گواہی اپنوں نے بھی دی ہے اور غیروں نے بھی۔
یہی وہ آستانہ قدس ہے جہاں جبہ سائی کو سب اپنے لئے شرف سمجھتے ہیں۔
یہی وہ جلالت مآب ہستیاں ہیں، جن کی طرف انتساب کو تمام اولیاء اور قلندروں نے اپنے لئے باعثِ اعزاز سمجھا۔
ہر غوث وقطب، اسی گھرانے کا خود کو خوشہ چین قرار دیتا ہے۔
اور علم ودانش کا ہر طلب گار اسی چشمہ فیض پر حاضری کو اپنی متاعِ گم گشتہ سمجھتا ہے۔
بقول فرزدق

اِلَی مَکَارِمِ ھٰذَا یَنْتَھِی الْکَرَمُ

(ان ہی کی طرف، تمام اوصاف حمیدہ کی انتہا ہے)

مسلمانوں کے وہ تمام مکاتبِ فکر جنھوں نے غدیری اعلان کے بجائے سقیفہ کی کارروائی سے اپنا دینی رشتہ جوڑا، وہ اگرچہ ہمارے ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام کو اپنا مذہبی پیشوا، اور دینی رہنما نہیں مانتے اور اپنے فقہی احکام کا سرچشمہ اُن لوگوں کو قرار دیتے ہیں، جو ہمارے ائمہ کرامؑ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہ کرنا

باعثِ شرف سمجھتے تھے

مگر یہ حقیقت ہے کہ:
تمام مکاتب فکر کے علماء و بزرگان نے اپنی علیحدہ ترتیب خلافت کے باوجود حضرات اہلبیت کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے فضائل و کمالات کا اعتراف کیا ہے۔
ہم یہاں نمونہ کے طور پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں برادرانِ اہلسنت کی مشہور کتابوں سے چند حوالے پیش کرتے ہیں:
مودۃ القربیٰ کی روایت ہے کہ...
حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ:

ستدفن بضعة منی بخراسان، مازارہ مکروب الا نفس الله کربته، ولا مذنب الا غفر الله له۔

(خراسان میں میرے جگر کا ایک ٹکڑا دفن کیا جائے گا، جو پریشاں حال بھی اس کی زیارت کرے گا، خداوند عالم اس کی پریشانی دور کرے گا۔ اور جو گنہ گار ہوگا، خداوند عالم اُس کی مغفرت کرے گا)

(مودۃ القربیٰ صفحہ ۱۴۰)

یہ روایت ینابیع المودۃ اور برادرانِ اہلسنت کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔

صاحب فصل الخطاب لکھتے ہیں کہ: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے خواب میں

حضرت رسولِ خدا اور جناب علی مرتضیٰؑ کو دیکھا تو حضرت رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ

یَا مُوسٰی۔ اِبْنُكَ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ وَ يُصِيبُ وَلَا يُخْطِئُ يَعْلَمُ وَلَا يَجْهَلُ قَدْ مُلِأَ عِلْماً وَحُكْماً۔

(اے موسیٰ۔ تمہارا بیٹا (علی رضاؑ) خداوند عزوجل کے (خاص) نور سے دیکھے گا۔ حکمت کے ساتھ بات کرے گا، وہ صحیح راہ پر گامزن ہوگا، خطا نہیں کرے گا، صاحب علم ہوگا، جہل (و ناداقی) سے دور ہوگا، اور علم و حکمت سے مالا مال ہوگا۔ یا: (بعبارت دیگر) علم اور قوت فیصلہ سے مالا مال ہوگا)

(ینابیع المودۃ ۳۰۳ استنبول)

ام المومنین کی روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

من زار ولدی بطوس فانما حج مرۃ....

(جس شخص نے طوس (مشہد مقدس) میں میرے فرزند (علی رضاؑ) کی زیارت کی گویا اس نے (خانہ کعبہ) کا حج... انجام دیا۔)

(مودۃ القربیٰ صفحہ ۱۳۰)

صاحب فصول مہمہ[1] لکھتے ہیں کہ:

مخزومی جن کی والدہ ماجدہ جناب جعفر طیار کی اولاد میں سے تھیں۔

[1] الفصول المہمہ۔ برادران اہلسنت کی مشہور کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

اُن کا بیان ہے کہ :

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہم سب (اہلِ خاندان) کو اپنے پاس بلایا۔

جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا :

(تم لوگوں کو کچھ) معلوم ہے۔ میں نے کس مقصد کیلئے سب کو جمع کیا ہے؟

ہم نے کہا کہ : ہمیں تو معلوم نہیں۔

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا :۔ (میں نے تم لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ)

"اِشْهَدُوا اِنَّ اِبْنِی هٰذَا۔ وَاَشَارَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا۔ هُوَ وَصِیِّیْ وَالْقَائِمُ بِاَمْرِیْ وَخَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ۔

مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدِیْ دَیْنٌ فَلْیَاْخُذْهُ مِنْ اِبْنِیْ هٰذَا وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدِیْ عِدَةٌ فَلْیَسْتَنْجِزْهَا مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ یَكُنْ لَهٗ بُدٌّ مِنْ لِقَائِیْ، فَلَا یَلْقَنِیْ اِلَّا بِكِتَابِهٖ"

(تم سب گواہ رہنا کہ میرا یہ بیٹا۔ یہ فرما کر امامؑ نے اپنے فرزند علی رضا کی طرف اشارہ کیا۔ میرا وصی (جانشین) میرے معاملات کو انجام دینے والا۔۔ اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا۔

جس شخص کا میرے ذمہ کوئی قرض ہو' وہ ان سے وصول کر لے' کسی شخص سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہو تو ان سے اس وعدہ کو پورا کر لے' اور جس کے لئے مجھ سے ملنا ضروری ہو' وہ ان کی تحریر لے کر آئے اور مجھ سے ملاقات کرے)

(ملاحظہ فرمایئے :

مودۃ القربیٰ صفحہ ۱۴۰)

داؤد بن کثیر الرقی جو صاحب علم اور دیندار شخص تھے بیان کرتے ہیں کہ :

میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے درخواست کی :

"اے فرزند رسولؐ ۔ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، آپ میرا ہاتھ پکڑ کر (مجھے سنبھالیے) مجھے آتش جہنم سے بچائیے (آنے والے برحق امام کی معرفت کرائیے اور یہ بتائیے کہ) آپ کے بعد ہمارا آقا کون ہوگا؟

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت علی رضا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا :

هٰذا صاحبکم بعدی

(میرے بعد ۔ یہ تمہارے آقا ہوں گے)

(الفصول المہمہ صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ الغری)

زیاد بن مروان عبدی کا بیان ہے کہ :

"میں حضرت امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے فرزند علی رضاؑ بھی موجود تھے ۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھ سے فرمایا :

یَا زِیَادُ هٰذَا اِبْنِیْ عَلِیٌّ : کِتَابُهٗ کِتَابِیْ، وَکَلَامُهٗ کَلَامِیْ، وَرَسُوْلُهٗ رَسُوْلِیْ وَمَا قَالَ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ ۔

(" اے زیاد : یہ میرے بیٹے علی ہیں ۔ ان کی تحریر گویا میری تحریر ہے ۔ ان کا کلام میرا کلام ہے، ان کا بھیجا ہوا نمائندہ میرا بھیجا ہوا ہے ۔ اور یہ جو کچھ فرمائیں وہی ربرحق فرمان ہے)

(ملاحظہ فرمائیے الفصول المہمہ صفحہ ۲۲۶ : بحوالہ اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

ابراہیم ابن عباس کہا کرتے تھے کہ:

میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے افضل نہ کوئی شخص دیکھا نہ سنا۔ اور اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ میں نے فضل و شرف میں ان جیسا کوئی شخص دیکھا ہے تو اسے سچا آدمی نہ سمجھنا۔

رجاء بن ابی ضحاک:

یہ فوج کے کمانڈروں میں سے تھے، اور حضرت امام علی رضاؑ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے، کہا کرتے تھے کہ:

خدا کی قسم۔ میں نے ان جیسا متقی پرہیز گار انسان نہیں دیکھا ہر وقت ان کی طرح خدا کا ذکر کرنے والا اور ان جیسا خوفِ خدا رکھنے والا انسان میری نگاہ سے نہیں گذرا۔

(بحار الانوار)

جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن تغری کہتے تھے کہ:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام ہاشمی علوی۔ حسینی امام (برحق)۔ عالم (آلِ محمدؐ) تھے اپنے زمانہ میں تمام بنی ہاشم کے سید و سردار تھے اور سب سے بلند مرتبہ تھے...

(النجوم الزاہرہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ابن حجر عسقلانی کہتے تھے:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نسبی شرافت اور علم و فضل کا مجموعہ تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۸۹)

برادرانِ اہلسنت کے مستند عالمِ دین الیافعی کہتے تھے کہ:

حضرت امام علی رضا صاحبِ جلالت اور باعظمت امام تھے۔ بلند مرتبہ سادات کے پیشوا، ائمہ اثنا عشریہ (آٹھویں امام) صاحبانِ مناقب میں سے ہیں جن کی طرف مذہب امامیہ منسوب ہے.....

(مراۃ الجنان ۱۰:۲)

ذھبی — جو برادرانِ اہلسنت کے مستند عالمِ دین میں سے ہیں لیکن خاندانِ رسالت سے دوری میں مشہور ہیں — مگر انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں اعتراف کیا ہے کہ:

آپ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ابن حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند ہیں، خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ، نسلِ علیؑ کے وارث دار[1] اپنے زمانہ کے ہاشمیوں کے سید و سردار، سب سے زیادہ حلیم و بردبار سب سے زیادہ صاحبِ شرف تھے..

(تاریخ اسلام جلد ۳)

---

[1] : اصل کتاب میں لفظ "شُلالہ" ہے جس کے معنی: جوہر خاص

یوسف النبہانی کہتے تھے۔

حضرت امام علی رضاؓ۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کے فرزند اور حضرت امام جعفر صادق کے پوتے تھے، بلند مرتبہ امام۔ امت کے لئے روشن چراغ۔ خاندانِ رسالت کے (بزرگ)، علم و معرفت اور کرم و شجاعت کے سلسلہ سے وابستہ، نہایت جلیل القدر، ذکر کے لحاظ سے مشہور و معروف اور صاحب کرامت شخصیت کے مالک تھے۔

وہ خود کہا کرتے تھے کہ انگور کے ذریعہ.. اُن کو زہر دیا جائے گا۔ اور جیسا آپ نے فرمایا تھا بعینہ ویسا ہی ہوا۔

قاتل کی زبان پر آپؑ کی توصیف

حضرات اہلبیت طاہرینؑ تقدس و جلال کی اُس عظیم منزل پر ہیں اور ان کے فضائل و مناقب اس قدر معروف اور متواتر ہیں کہ ان کے مخالفین معاندین، دشمنانِ دین، یہاں تک کہ اُن مجرمین نے بھی ان کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔ جن کے ہاتھ اُن خاصانِ خدا کے خون سے رنگین ہیں۔

چنانچہ ابنِ ملجم ملعون خارجی نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و مناقب کا اعتراف کیا۔

کربلا میں یزیدی افواج اور اُس کے کمانڈروں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضل و شرف اور اُن کی بے گناہی کا روزِ عاشورا بھی ہزاروں کے مجمع میں اقرار کیا۔

دیگر ائمۂ طاہرین علیہم السلام کے قاتلوں نے بھی اُن کے کمالات کا سب کے سامنے اعلان کیا۔

اسی طرح عباسی حکمران مامونؔ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی عظمت و جلالت، اُن کے تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و پارسائی، آپ کے علم و فضل اور سخاوت و فیاضی کا سیکڑوں بار، درجنوں مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔

اس کے یہ جملے تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں کہ:

- امام علی رضاؑ کا علم سب میں نمایاں ہے۔

• روئے زمین پر ان جیسا کوئی صاحبِ عفت نہیں ہے۔
• وہ دنیا کی زیب و زینت سے سب سے زیادہ کنارہ کش۔ اور زاہد ترین انسان ہیں۔
• سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے جود و کرم کی بارش کرنے والے' اور محروم و تنگدست لوگوں کو نوازنے والے حضرت امام علی رضاؑ ہیں۔
• عام و خاص سب اُن کے فضل کا اقرار کرتے ہیں۔ اس میں تضاد رائے نہیں ہے۔ اور نہ کسی اور کو یہ منزلت اور خصوصیت حاصل ہے۔
• اللہ سے ان کا رابطہ سب سے زیادہ مضبوط ہے۔
• وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔

عباسی حکمران مامونؑ اپنے دربار میں مختلف ادیان و مذاہب کے لوگوں کو جمع کرتا تھا اور ان کے درمیان بحث و مباحثہ کراتا تھا۔

ایک مرتبہ اُس نے زنادقہ کے سرداروں' نامور دہریوں' صابی مذہب کے سربرآوردہ لوگوں' ستارہ پرستوں' اہلِ کتاب' اور زمانہ بھر کے چند چیدہ زبان دراز لوگوں کو اکٹھا کیا۔ جن میں :

• عمران صابی۔
• سلیمان مروزی
• ابی قرہ۔
• جاثلیق۔
• راس الجالوت۔
• ھربذ اکبر۔

جیسے جہاندیدہ افراد بھی شامل تھے جنھوں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کئی روز کے طویل بحث و مباحثہ کے بعد ایمان قبول کرلیا۔

اور مامون نے بھرے دربار میں ہزاروں اہلِ علم کے درمیان حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا۔

اس کے بعد خود مامون نے قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں امام علیہ السلام سے بہت زیادہ سوالات کیے۔ اور آپ نے ہر آیت کے بارے میں ایسی مدلل گفتگو فرمائی کہ مامون بے ساختہ پکار اٹھا:

شَفَيْتَ صَدْرِيْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَ اَوْضَحْتَ مَا كَانَ مُلْتَبِسًا عَلَيَّ، فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اَنْبِيَائِهٖ وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرًا۔

(اے فرزند رسولؐ!

آپ نے میرے دل کی تشفی فرمادی۔ اور جن باتوں میں میرا ذہن الجھا ہوا تھا۔ ان کی وضاحت فرمادی۔

خداوند عالم آپ کو بہترین خیر دے۔

پیغمبروںؑ کی طرف سے بھی۔

اور

اسلام کی طرف سے بھی)

ایک بار آپؑ سے مامونؒ نے انتہائی پیچیدہ باتیں دریافت کیں۔ جن کا امامؑ نے نہایت ایمان افروز جواب دیا جس کے بعد عباسی حکمرانؒ نے آپؑ کے بارے میں ویسا ہی جملہ کہا تھا جیسا جملہ خلیفۂ ثانی نے امیرالمومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تعریف میں کہا تھا:

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:
باقر شریف قرشی کی کتاب حیوٰۃ امام الرضاؑ جلد نمبر ایک)

مکارمِ اخلاق

حضوراتِ ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے جدِ بزرگوار حضرت رسول خدا کے اخلاق حسنہ کے کامل ترین نمونہ تھے اور حضور اکرمؐ کے بارے میں خداوندِ عالم کا ارشاد ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْم (بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ھیں)

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرات اہلبیتؑ کی زندگی قرآن سے اتنی وابستہ تھی کہ مورخین کرام نے اخلاقِ کریمانہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت امام علی رضاؑ کے معمولات میں سب سے پہلے یہ بات لکھی ہے کہ آپ روزانہ قرآن مجید کی اتنی زیادہ تلاوت فرماتے تھے کہ ہر تین دن کے بعد قرآن ختم کر لیتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو اس سے کم وقت میں ختم کر سکتا ہوں، لیکن تلاوت کے دوران میں جب آیت پر پہنچتا ہوں اس پر غور و فکر بھی کرتا ہوں کہ یہ کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی۔

ابراہیم ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے فضل کوئی شخص نہ خود دیکھا نہ کسی سے سنا، آپ نے کسی شخص کے ساتھ کبھی سختی نہیں اور نہ کسی کی کوئی بات رد کی اور نہ ہی کسی حاجت مند کو نامراد واپس کیا۔

نشست گاہ میں کبھی کسی کے سامنے پیر پھیلا کر نہیں بیٹھے اور جب دوسرے لوگ تکیہ نہ لگالیں آپ بھی ٹیک نہیں لگاتے تھے۔

اگر کبھی کسی بات پر ہنسی آتی تو قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ اپنے کسی غلام، یا خدمت گار سے کسی بات پر ناراض نہیں ہوتے تھے۔ اور جب کھانے کے لئے بیٹھتے، تو اپنے غلاموں اور خدمت گاروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔

راتوں کو بہت کم سوتے تھے بلکہ اکثر راتوں میں ابتدائے شب سے آخر شب تک بیدار رہتے تھے، بہت زیادہ روزے رکھتے تھے، بہت زیادہ خیرات کرتے تھے اور زیادہ تاریک راتوں میں صدقے کی رقم مخفی طور پر لوگوں تک پہنچاتے تھے۔
اس کے باوجود دین کے معاملے میں بیجا مروّت سے کام نہیں لیتے تھے، آپ کے ایک قریبی رشتہ دار دین کے راستے سے ہٹ گئے، آپ نے ان کی سرزنش کی۔ پھر جب انہوں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کے جد کی اولاد ہوں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اطاعت کی راہ پر چلتے تو میرے بھائی تھے لیکن جب تم خدا کی نافرمانی کرنے لگے تو ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ کیسا۔؟

مناقب الابرار میں ابن شہرزوری نے لکھا ہے کہ معروف کرخی کے ماں باپ عیسائی تھے انہوں نے تعلیم کیلئے معروف کو ایک عیسائی معلم کے پاس بھیجا جس نے ان کو تثلیث پڑھانی شروع لیکن انہوں نے کمسنی کے باوجود تثلیث کو قبول کرنے کے بجائے یہ کہا کہ اللہ تو ایک ہے۔

جس پر اُس عیسائی استاد نے ان کو بہت مارا۔ وہ بھاگ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔ اور امام علیہ السلام کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر دینِ اسلام قبول کیا۔
بعد میں جب اپنے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے والد نے

پوچھا کون ہے۔؟

انہوں نے کہا "معروف۔"

والد نے پوچھا۔ "کس دین پر ہو۔؟"

انہوں نے کہا "خدا پرستی کے دین پر۔"

پھر امام رضا علیہ السلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان کے والد بھی مسلمان ہو گئے اور ایک عرصہ تک امام کے زیر سایہ زندگی گذارتے رہے پھر تارک الدنیا ہو گئے، لیکن امام کی خدمت جاری رکھی۔

(ملاحظہ فرمایئے: مناقب ابن شہر آشوب)

آپؑ کی عبادت

عبادت جسے مالکِ دو جہاں نے جنوں اور انسانوں کے پیدا کرنے کا اولین مقصد قرار دیا ہے

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں)

اور اپنے خاص عبادت گذار بندوں کی توصیف کرتے ہوئے مالکِ کائنات نے ارشاد فرمایا:

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وَ بِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ

(وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور سحر کے وقت رب کی بارگاہ میں استغفار کرتے تھے)

حضرات اہلبیتِ طاہرینؑ — پیغمبرؐ اور اولادِ پیغمبرؐ — کی زندگی میں تو عبادتِ الٰہی کا غیر معمولی اہتمام نظر آتا ہے:

پیغمبرِ اکرمؐ اتنی زیادہ عبادت کرتے تھے کہ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا:

طٰهٰ مَآ اَنزَلنَا عَلَيكَ القُرْاٰنَ لِتَشقٰى

(اے پاک و پاکیزہ (بندے)، ہم نے آپ پر قرآن اس لیے تو نازل نہیں کیا کہ آپ اپنے کو زحمت میں ڈال دیں)

اور۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہم السلام اتنی زیادہ عبادت کرتے تھے کہ ایک رات میں ہزار مرتبہ تکبیروں کی آواز بلند ہوتی تھی۔

اسی طرح ہر امام کی زندگی پر غور کیا جائے تو ان خاصانِ خدا کی حیاتِ طیبہ عبادتِ الٰہی کا حسین مرقع نظر آتی ہے۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام دیگر اوصافِ حمیدہ کی طرح عبادت میں بھی اپنے آباؤ اجداد طاہرین علیہم السلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

بعض معاصر موٴرخین کے مطابق :

آپ کی حیاتِ طیبہ کا سب سے نمایاں پہلو۔ خدا سے راز و نیاز — اور اس کی بارگاہ میں حاضری تھا۔ جو آپ کی عبادتوں میں عیاں تھا، نور، تقویٰ اور پرہیزگاری اس کے اہم پہلو تھے۔

اہلِ دانش کے ایک گروہ کا قول ہے کہ :

ہم نے جب انھیں دیکھا تو قرآن کی یہ آیت یاد آگئی کہ :

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ

(وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے) (سورہ الذاریات)

شہزادی نے امام علی رضا علیہ السلام کی عبادت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وہ ہمیشہ وضو اور نماز میں نظر آتے۔ ساری ساری رات یہ کیفیت نظر آتی تھی کہ اٹھے وضو کیا، نماز پڑھی، تھوڑا سا سوئے، پھر اٹھے، وضو کیا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے.... پوری رات یہی سلسلہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی۔

(الاتحاف بحب الاشراف ص۵۹)

رجاء بن ضحاک جسے عباسی حکمران مامون نے بھیجا تھا کہ جاؤ امام علی رضاؑ کو اپنے ساتھ خراسان لے کر آؤ۔

چنانچہ مدینہ منورہ سے روانگی کے بعد وہ پورے سفر میں آپ کے ساتھ رہا۔ ضحاک کا بیان ہے کہ میں نے ان جیسا پرہیزگار، زیادہ سے زیادہ ذکرِ خدا کرنے والا اور خوفِ خدا رکھنے والا کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔

صبح کو نماز پڑھنے کے بعد جانماز پر بیٹھے رہتے، خداوند عالم کی تسبیح، اس کی حمد و ثنا اور تکبیر و تہلیل بجالاتے رہتے تھے... یہاں تک کہ آفتاب کافی بلند ہو جاتا تو مصلّے عبادت سے اٹھتے اور بندگانِ خدا کو وعظ و نصیحت فرماتے رہتے، یہاں تک زوالِ آفتاب کا وقت نزدیک آجاتا تو آپ تجدیدِ وضو فرماتے۔ مصلّے پر جا کر نوافل ادا کرتے پھر نمازِ ظہر پڑھ کر بہت دیر تک، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پڑھتے تھے۔ سجدۂ شکر بجالاتے پھر نوافل کافی دیر پڑھتے تھے اور آخر میں عصر کی نماز پڑھ کر دوبارہ خاصی دیر تک:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

غروب آفتاب کے بعد پھر وضو کر کے واجب اور مستحب نمازیں پڑھ کر بہت دیر تک تعقیبات پڑھتے تھے، پھر افطار کرتے تھے۔

ایک تہائی رات گذرنے پر دوبارہ نمازیں پڑھتے تھے، پھر کچھ دیر آرام فرماتے اور جب دو تہائی رات گذر جاتی تو نماز تہجد کیلئے اٹھ جاتے۔

اور پھر صبح تک عبادت، تلاوت اور تعقیبات کا سلسلہ جاری رہتا۔

نماز جعفر طیار بھی پڑھتے تھے (اور ہر عبادت نہایت انہماک و استغراق کے ساتھ بجالاتے تھے)

(بحار الانوار ۱۲ ،۲۶ - ۲۷)

آپؑ کی سخاوت

"جود و سخا، داد و دہش، اور فضل و کرم بھی حضرات اہلبیت طاہرینؑ کے خصوصی صفات میں سے ہے۔

خالقِ دوجہاں نے قرآن مجید میں ان کی توصیف میں ارشاد فرمایا ہے کہ:
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔

(وہ لوگ خدا کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو تم لوگوں کو صرف خوشنودیٔ خدا کے لئے کھلا رہے ہیں، نہ تم سے اس کا عوض چاہتے ہیں اور نہ شکریہ)

(سورۂ مبارکۂ الدھر)

اور اگرچہ مذکورہ بالا آیت پنجتنِ پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے تمام ائمہ طاہرینؑ اسی وصف کے مالک تھے۔

بقولِ اربابِ تاریخ:
"اگر سخاوت و فیاضی کو خاندانِ رسالت کا طرۂ امتیاز کہا جائے، تو اس میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔

امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کی مدح و ثناء کرتے ہوئے فرزدق نامی عظیم المرتبت شاعر نے بجا طور پر کہا تھا کہ:

مَاقَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِی تَشَهُّدِہٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ لَکَانَتْ لَاءُہٗ نَعَمُ

(انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی (کسی سے) لا (نہیں) کہا ہی نہیں ہے (یہ لوگ تو مانگنے والے سے صرف ہاں کہتے ہیں)۔ اگر تشہد میں (لا کہنا ضروری) نہ ہوتا تو ان کی لا "نعم" (ہاں) بن جاتی)

(مناقب ابن شہر آشوب ۴: ۱۷۰)

فرزدق نے جو بات حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں کہی ہے، ہمارے ہر امام کی شان وہی ہے۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کے بارے میں اربابِ تاریخ نے لکھا ہے کہ:

آپ کے نزدیک یہ بات انتہائی پسندیدہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے اور حاجت مند لوگوں پر داد و دہش کی جائے۔

(۱)

آپ جس زمانہ میں خراسان میں تھے، ایک دفعہ عرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ) اپنا سارا مال فقیروں اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔
فضل بن سہل نے عرض کیا۔
مولا۔ یہ تو نقصان کی بات ہے؟

امام نے فرمایا کہ "جب میں نے اس کے ذریعہ سے (خداوند عالم کی بارگاہ میں) اجر و ثواب حاصل کیا تو نقصان کہاں رہا۔ یہ تو منفعت بخش (کار و بار) ہوا۔"
خوشنودئ خدا حاصل کرنے کیلئے غریبوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور کمزور لوگوں پر جود و سخا عطا کرنا کوئی نقصان کا سودا نہیں ہے۔ نقصان کا سودا تو وہ ہے جو حکام جور لغو اور خلاف شرع کاموں میں کرتے ہیں۔

۲

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔
...میں حج کیلئے آیا تھا۔ فریضۂ حج تو ادا کر لیا، لیکن سارے پیسے ختم ہو گئے واپسی کا کرایہ نہیں ہے آپ بطور قرض کچھ مرحمت فرما دیں۔
امام نے اس شخص کو اپنے پاس بٹھا لیا، جب لوگ چلے گئے، صرف سلیمان وغیرہ رہ گئے تو امام اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور دو سو دینار (سونے کے سکے) اس شخص کو مخفی طور پر اس طرح دیئے کہ اُس شخص کے چہرہ پر نگاہ نہ پڑے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ:
اسے اپنی مرضی سے اپنی ضروریات میں خرچ کرو (اس رقم کی واپسی کی فکر اپنے ذہن سے نکال دو)...
وہ شخص رقم لے کر دعا دیتا ہوا چلا گیا۔
سلیمان نے امام سے دریافت کیا کہ اس طرح چھپا کر دینے میں کیا مصلحت تھی (اس نے سوال تو سب کے سامنے کیا تھا)؟
امام نے فرمایا کہ لیتے وقت اسکے چہرے پر جو شرمندگی ہوتی وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔
(بحار الانوار جلد ۱۲: ۲۰)

(۳)

جب آپ کی خدمت میں کھانے پینے کا کوئی سامان پیش کیا جاتا تو آپ اس میں سے عمدہ چیزوں کو الگ کر کے ایک ظرف میں رکھتے اور حکم دیتے تھے کہ اسے غریبوں تک پہنچا دیا جائے۔

پھر آپ قرآن مجید کی (ان آیات کی) تلاوت کرتے تھے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ۔

(پھر وہ گھاٹی پر سے کیوں نہ گذرا، اور تم کیا جانو گھاٹی کیا ہے۔ کسی گردن کو آزاد کرنا؟ یا بھوک کے وقت کھانا کھلانا)

(سورۂ مبارکہ البلد
نمبر ۱۱تا۱۴)

پھر فرماتے تھے کہ:

عَلِمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَیْسَ كُلُّ اِنْسَانٍ یَقْدِرُ عَلٰی عِتْقِ رَقَبَةٍ فَجَعَلَ لَهُ السَّبِیْلَ اِلَی الْجَنَّةِ۔

(خداوند عالم کو معلوم ہے کہ ہر انسان تو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس لئے اس نے جنت کی (یہ) راہ (سب کے لئے کھول دی)۔

(۴)

احمد بن عبید اللہ الغفاری کا بیان ہے کہ:

حضرت رسولِ خدا کے صحابی ابو رافع کی اولاد میں سے ایک شخص

کا میرے ذمہ قرض باقی تھا، اس نے جب بہت شدید اصرار کیا تو میں نے مسجد نبوی میں نماز ادا کی، پھر امام علی رضاؑ کی خدمت میں حاضری دی۔۔۔

ماہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا۔

افطار کے وقت امام علیہ السلام ضرورت مندوں کے درمیان اموال تقسیم کر رہے تھے پھر میری طرف رخ کر کے فرمایا:

"تم نے ابھی افطار تو نہیں کیا ہوگا۔؟

میں نے عرض کیا کہ: نہیں۔

یہ سن کر امامؑ نے اپنے خدمت گار کو حکم دیا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔

جب میں کھانے سے فارغ ہوا تو امامؑ نے فرمایا کہ:

تکیہ اٹھاؤ۔ اور اس کے نیچے جو کچھ موجود ہے۔ لے لو۔

میں نے تکیہ اٹھایا تو کچھ دینار تھے۔ جو میں نے لے لئے اور امامؑ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ انھیں ان کے گھر پہونچا کر آؤ۔

میں نے گھر پہونچ کر شمار کیا تو ۴۸ دینار (سونے کے سکے) تھے جن میں سے ایک دینار پر لکھا تھا کہ "۲۸" دینار تمہارے ذمہ قرض ہے، باقی رقم تم اپنی ذات پر خرچ کرنا۔

اس طرح کے واقعات تاریخ کے صفحات پر بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں، ہم نے صرف نمونے کے طور پر کچھ واقعات کا ذکر کیا۔

ملاحظہ فرمائیے بحار الانوار جلد ۱۲: ۱۸
حیات الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ (باقر شریف قرشی)

آپؑ کا زُہد

"زُہد" و پارسائی، دنیاوی زیب و زینت سے دوری اور سادہ زندگی گذارنا، قدرت کے نزدیک انتہائی پسندیدہ بات اور ہادیانِ برحق کے خصوصی صفات میں ہے جیسا کہ ہم "دُعائے ندبہ" میں پڑھتے ہیں کہ:

...اَنْ شَرَطْتَ عَلَیْہِمُ الزُّہْدَ فِیْ دَرَجَاتِ ہٰذِہِ الدُّنْیَا الدَّنِیَّۃِ وَزُخْرُفِہَا وَزِبْرِجِہَا فَشَرَطُوْا لَکَ ذٰلِکَ وَعَلِمْتَ مِنْہُمُ الْوَفَاءَ بِہٖ فَقَبِلْتَہُمْ وَقَرَّبْتَہُمْ وَقَدَّمْتَ لَہُمُ الذِّکْرَ الْعَلِیَّ وَالثَّنَاءَ الْجَلِیَّ

(خداوندا۔ تو نے اپنے نمائندوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس دنیائے دنی کے درجات میں اس کی آرائش و زیبائش کے معاملہ میں زُہد اختیار کرینگے اور انہوں نے تجھ سے اس کا پیمان کر لیا، اور تو جانتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کریں گے تو تو نے اُن کو قبول کیا ان کو مقربِ بارگاہ قرار دیا۔ اور اُن کے لئے بلند ذکر اور واضح مدح و ثنا کو پیش کر دیا)

(ملاحظہ کیجئے۔
مفاتیح الجنان)

چنانچہ ہمارے تمام ائمہ کرام علیہم السلام نے دنیا میں زہد و پارسائی کی زندگی گذاری۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ جو حاکمِ وقت بھی تھے مگر ان کا زہد

ایسا تھا جس کا اپنوں اور غیروں — سب ہی نے اعتراف کیا ہے۔

اسی طرح سے:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام — جو امام وقت بھی تھے، اور بادشاہ نے آپکی خدمت میں ولیعہدی کا منصب بھی پیش کیا تھا۔

اس طرح آپ دینی ریاست کے ورثہ دار بھی تھے اور دنیاوی سلطنت کے مالک بھی۔

لیکن آپ اپنی زندگی میں زہد و ورع جیسی صفات کے ایسے پاسدار تھے کہ دنیاوی زیب و زینت سے انتہائی دور سادگی کی زندگی گذارتے تھے۔

جس کی گواہی اپنوں نے بھی دی ہے اور دوسرے مکاتب فکر کے افراد نے بھی۔ چنانچہ محمد بن عباد کی روایت ہے کہ:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی نشست گرمی کے زمانہ میں چٹائی پر۔ اور سردیوں کے زمانہ میں بالوں سے بنی ہوئی چادر پر ہوتی تھی۔

سادہ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ صرف اُس وقت عمدہ لباس پہنتے جب کسی خاص جگہ جاتا ہو (جیسے کوئی (PUBLIC PLACE) مجمع عام)

راویوں کا بیان ہے کہ:

ایسے ہی ایک موقع پر سفیان ثوری نامی صوفی نے آپ کے لباس کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہا تو امام علیہ السلام نے آہستہ سے ان کا ہاتھ تھاما اور اپنے اندرونی لباس کو مس کرایا۔

پھر فرمایا:

یَا سُفْیَانُ: اَلْخَزُّ لِلْخَلْقِ وَالْمِسْحُ لِلْحَقِّ۔

مقصد یہ تھا کہ :

یہ ظاہری زینت کا لباس دنیاوی منصب کے تقاضوں کی بنا پر ہے۔ میری اپنی پسند کا لباس وہ ہے جو میں نے اندر پہن رکھا ہے :

حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے :

عیون اخبار الرضا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ

مناقب : ابن شہر آشوب

حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ

(باقر شریف قرشی)

امام علیہ السلام کی ہیبت و جلالت

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک خاص ہیبت و جلالت عطا کی تھی، جہاں سے بھی آپ گذرتے اور جس کی بھی آپ پر نگاہ پڑتی وہ سراپا احترام بن جاتا۔

اور کبھی کوئی کینہ پرور اس احترام میں کوئی کمی کرنا چاہتا تو قدرت کی طرف سے امام کے لئے ایسے غیر معمولی اقدامات کئے جاتے کہ سازش کرنے والوں کی سازش ناکام ہو جاتی۔

چنانچہ راویوں کا بیان ہے کہ:

جب امام علی رضا علیہ السلام تشریف لاتے تھے تو مامون کے خدمت گار حاجب و دربان وغیرہ تیزی سے آگے بڑھ کر آپ کا ادب و احترام بجا لاتے اور دربار کے پردے اٹھایا کرتے تھے۔

... ایک روز ان لوگوں نے کسی سازش کے تحت آپس میں یہ طے کیا کہ آج امام تشریف لائیں گے تو ہم ان کا ادب احترام نہیں کریں گے۔ لیکن جب امام تشریف لائے تو بے اختیار ان کی گردنیں ادب و احترام سے جھک گئیں، اور ان لوگوں نے اپنے ہاتھ سے دربار کے پردے بھی اٹھائے۔

جب امام علیہ السلام واپس تشریف لے گئے تو ان سازش کرنے والوں نے آپس میں ایک دوسرے کی ملامت کی اور یہ طے کیا کہ آئندہ جب امام تشریف لائیں گے تو ان کا ادب و احترام نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اس دفعہ بھی جب امام تشریف لائے تو غیر اختیاری طور سے اُن لوگوں کی گردنیں جھک گئیں اور حسب دستور احترام بجالائے، البتہ دربار کا پردہ نہیں اٹھایا، تو ایک تیز ہوا چلی اور اس نے پردے اسی حد تک اٹھا دیئے جس حد تک وہ دربان اُٹھایا کرتے تھے اور جب واپسی کا وقت آیا تو پھر ویسا ہی ہوا اور امام واپس تشریف لے گئے۔

اس منظر کو دیکھ کر اُن سازش کرنے والوں کو بھی احساس ہو گیا کہ خداوند عالم کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اور ہماری نادانیوں سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔

اس واقعہ کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اکمال الدین میں
محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں
اخبار الدول کے مصنف نے
صاحب جوھرۃ الکلام نے اپنی تصنیف میں۔
اور صاحب الاتحاف بحب الاشراف نے صفحہ ۵۵ پر درج کیا ہے۔

(حیات الامام الرضا جلد ۲ مکمل باقر شریف قرشی)

امام علی رضاؑ اور تذکرہ کربلا

ہمارے ائمہ کرام ۔ اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کیلئے بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور اپنے چاہنے والوں کو بھی کربلا والوں کا غم منانے، اور ذکر اہلبیتؑ منعقد کرنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جب محرم کا مہینہ آجاتا تھا تو میرے پدر بزرگوار (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کو کوئی بھی ہنستا ہوا نہیں دیکھتا تھا، بلکہ آپ پر مسلسل غم والم طاری رہتا تھا یہاں تک کہ جب دسویں تاریخ (روز عاشورا) آجاتا تھا تو وہ مصیبت وغم اور گریہ کا دن ہوتا تھا، اور فرماتے تھے کہ:

"آج کے دن میرے جد امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں"

(ملاحظہ فرمائیے: مفاتیح الجنان

فصل: ماہ محرم)

یہاں اس روایت کا ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا جسے متعدد سیرت نگاروں نے امامؑ کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

ریان ابن شبیب کا بیان ہے کہ:

میں یکم محرم کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنَّ الْمُحَرَّمَ هُوَ الشَّهْرُ الَّذِي كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ
فِيمَا مَضَى يُحَرِّمُونَ فِيهِ الظُّلْمَ وَالْقِتَالَ لِحُرْمَتِهِ۔ فَمَا عَرَفَتْ
هٰذِهِ الْأُمَّةُ حُرْمَةَ شَهْرِهَا وَلَا حُرْمَةَ نَبِيِّهَا لَقَدْ قَتَلُوا
فِي هٰذَا الشَّهْرِ ذُرِّيَّتَهُ وَسَبَوْا نِسَاءَهُ وَانْتَهَبُوا ثِقْلَهُ فَلَا
غَفَرَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لَهُمْ أَبَدًا

(اے شبیب کے بیٹے!

محرم وہ مہینہ ہے جس میں گذشتہ زمانہ میں اہل جاہلیت بھی خیال کرتے تھے۔ اس مہینہ کے احترام کی وجہ سے کسی پر ظلم ڈھانا اور جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے اور قرآن مجید میں خالق دوجہاں نے بھی اس مہینے کو محترم قرار دیا ہے۔

لیکن اس امت (کے لوگوں) نے نہ اس مہینے کی حرمت کو پہچانا اور نہ اپنے نبیؐ کا احترام کیا۔ بلکہ اس مہینے میں آنحضرتؐ کی اولاد کو قتل کیا۔ اُن کی خواتین کو قیدی بنایا۔ اور ان کے مال و اسباب کو لوٹا۔ خداوند عالم ان لوگوں کو کبھی معاف نہ کرے)۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ كُنْتَ بَاكِيًا لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ
بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ وَقُتِلَ مَعَهُ
مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ شَبِيهٌ
وَلَقَدْ بَكَتِ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرَضُونَ لِقَتْلِهِ
وَلَقَدْ نَزَلَتْ إِلَى الْأَرْضِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ

لِنُصْرَتِهٖ فَوَجَدُوْهُ قَدْ قُتِلَ، فَهُمْ عِنْدَ قَبْرِهٖ شُعْثٌ غُبْرٌ إِلٰى أَنْ يَقُوْمَ الْقَائِمُ فَيَكُوْنُوْنَ مَعَهٗ مِنْ أَنْصَارِهٖ وَ شِيْعَتِهٖ وَ شِعَارُهُمْ : يَا لِثَارَاتِ الْحُسَيْنِ ؑ۔

(اے شبیب کے فرزند۔

اگر تم کسی بات پر رو سکو تو (حضرت) حسین بن علی بن ابی طالبؑ پر گریہ و بکا کرو۔ کیونکہ انھیں اس طرح ذبح کیا گیا جیسے (گوسفند) کو ذبح کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے خاندان کے ایسے (۱۸) افراد قتل کئے گئے جن کی مثال روئے زمین پر کہیں نہ تھی۔ ان پر ساتوں آسمانوں اور زمین نے گریہ کیا۔

(آسمان سے اُس دن) زمین پر چار ہزار فرشتے امامؑ کی مدد و نصرت کے لئے اترے تھے۔ مگر وہ اس وقت پہونچے، جب امام شہید ہو چکے تھے[1]۔

اب وہ فرشتے بالوں کو بکھیرے ہوئے، سروں پر خاک ڈالے ہوئے، امامؑ کی قبر مطہر کے قریب ہی رنج وغم میں رہتے ہیں اور مسلسل اسی حالت میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ قائم آل محمدؐ (امام مہدیؑ) ظہور فرمائیں۔ تو یہ فرشتے امامؑ کے انصار اور پیروکاروں میں شامل ہوں گے۔

ان لوگوں کا نعرہ ہوگا: "یا لثارات الحسینؑ" (اٹھو خون حسینؑ کا انتقام لینے کیلئے)

---

[1] کیونکہ اس سے قبل جب کچھ فرشتوں نے امامؑ کی مدد کرنا چاہی تو امام علیہ السلام نے ان کی مدد قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا (حیات الامام الحسینؑ)

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے جدِ بزرگوار کی شہادت کو یاد کر کے بہت زیادہ گریہ فرماتے تھے۔

چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ:

جب دعبل نے اپنا مخصوص مرثیہ پیش کیا تھا، اور اس میں حضرت امام حسینؑ کا ذکر آیا تھا تو امام علیہ السلام نے انتہائی آہ و فغاں کے ساتھ گریہ فرمایا، اور شدتِ غم سے آپ پر بار بار غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی

اس واقعہ نے آپ کا دل زخمی کر رکھا تھا، فرمایا کرتے تھے:

اِنَّ اَمْرَ الْحُسَیْنِؑ اَسْھَرَ جُفُوْنَنَا، وَاَسْبَلَ دُمُوْعَنَا وَ اَذَلَّ عَزِیْزَنَا۔

یَا اَرْضَ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ اَوْرَثْتِنَا الْکَرْبَ وَالْبَلَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْاِنْقِضَاءِ۔

فَعَلٰی مِثْلِ الْحُسَیْنِؑ فَلْیَبْکِ الْبَاکُوْنَ۔ فَاِنَّ الْبُکَاءَ عَلَیْہِ یَحُطُّ الذُّنُوْبَ الْعِظَامَ۔

(امام حسینؑ کی شہادت) کے معاملہ نے ہماری آنکھوں کی نیند چھین لی، ہمارے آنسوؤں کو روانی دے دی، ہمارے عزیزوں کو بے حال کر دیا۔

ہائے کرب و بلا کی سرزمین!
تو نے ہمیں رہتی دنیا تک کے لئے کرب اور بلا دے دی۔

(امام حسینؑ جیسی شخصیت پر رونے والوں کو لازماً رونا چاہیئے۔

اور ان پر گریہ بہت بڑے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا)

ملاحظہ فرمایئے :

الانوار النعمانیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸ (نعمت اللہ جزائری)

بحوالہ حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا جلد ۲ صفحہ ۴۲۵

(باقر شریف القرشی)

حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام نے کربلا کے واقعات، اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور شہیدان کربلا کی عزاداری کو زندہ رکھنے کے لئے کیسے مؤثر اقدامات کئے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ:

واقعہ کربلا کے بعد جب اہلبیتؑ طاہرین کا لٹا ہوا قافلہ قید خانہ شام میں اسیری کی سختیاں برداشت کر رہا تھا۔ لیکن جب حاکم شام کی طرف سے رہائی کی بات کی گئی تو ثانی زہرا جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے بیمار بھتیجے سے فرمایا کہ :

"حاکم سے کہو کہ ایک گھر خالی کرا دے جس میں ہم اپنے بھائی کا ماتم کریں۔"

جس کے بعد شام میں ایک ہفتہ تک امام حسینؑ کا نوحہ و ماتم ہوتا رہا۔

اور حضرت زینبؑ نے شام میں امام عالی مقام کی عزاداری کی ایسی بنیاد رکھ دی کہ ،

اب دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں فلک پر محترم کا چاند نمودار ہوا۔ اور زمین پر جناب سیدۂ عالمین کے

چاند کا ماتم ہو رہا ہو۔

شاعر نے سچ کہا ہے کہ:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؓ

دعبل کا مرثیہ

امام کی اپنے مدفن کے بارے میں پیشین گوئی

جن شعرائے کرام کو اہلبیتؑ کے ذکر سے شرف بھی ملا اور شہرت دوام بھی، اُن میں دعبل کا نام نہایت نمایاں نظر آتا ہے، جنھیں:

"کوکبۃ من اعلام الشعراء العربی"

(عربی شاعری کا بلند مرتبہ ستارہ) کہا جاتا ہے کہ عصر حاضر کے نامور مؤرخ باقر شریف قرشی نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ جناب دعبل خزاعی ایک بلند مرتبہ شاعر تھے جو ظلم و جور سے برسرِ پیکار رہتے اور اپنے زمانہ میں مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کی مؤثر آواز تھے۔

انہوں نے اپنی زندگی خوشنودیِ خدا اور ظالم حکمرانوں کے خلاف احتجاج کیلئے وقف کر رکھی تھی، حق اور اہلِ حق کی حمایت کرتے تھے اور اس سلسلے میں ہر باطل قوت سے مجاہدانہ انداز سے ٹکرا جاتے تھے۔

انھیں عباسی حکمرانوں کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑتا تھا، گھر سے بے گھر کئے جاتے تھے، جلا وطن ہونا پڑتا، لیکن وہ اپنے مؤقف پر چٹان کی طرح ڈٹے رہتے تھے۔

وہ ایک بلند مرتبہ عالم، صاحبِ تالیفات، اہلبیتؑ کے فداکار نہایت بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے[1]

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے: حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضاؑ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۷

انہوں نے اہلبیتؑ طاہرینؑ کی مدح وثناء میں بہت سے قصیدے اور نظمیں لکھیں، لیکن سب سے زیادہ مشہور ان کا قصیدہ تائیہ ہوا جو مدح اہلبیتؑ کی مناسبت سے قصیدہ کہا جاتا لیکن اس میں زیادہ اشعار ایسے ہیں جن میں ائمہ کرام کا مرثیہ ہے۔

دعبل کا یہ کلام ۱۱۵ اشعار پر مشتمل ہے، ہم اس میں سے چند اشعار پیش کرتے ہیں:

مدارس آیات خلت من تلاوة
ومنزل وحی مقفر العرصات

لآل رسول اللہ بالخیف من منی
وبالرکن والتعریف والجمرات

دیار علیؑ وحسینؑ وجعفرؑ
وحمزة والسجاد ذی الثفنات

منازل وحی اللہ ینزل بینہا
علی احمد المذکور فی السورات

منازل قوم یھتدی بھداھم
فتؤمن منھم زلة العثرات

منازل کانت للصلوة وللتقی
وللصوم والتطھیر والحسنات

منازل جبرئیل الامین یحلھا
من اللہ بالتسلیم والرحمات

منازل وحی اللہ معدن علمہ
سبیل رشاد واضح الطرقات

فيا وارث علم النبي وآلـه

عليكم سلام دائم النفحات

هم اهل ميراث النبي اذا اعتزوا

وهم خير سادات وخير حماة

فكيف يحبون النبي ورهطه

وهم تركوا احشاءهم وغرات

فان لم تكن الا بقربي محمد

فهاشم اولى من هن وهنات

سقى الله قبرا بالمدينة غيثه

فقد حل فيه الامن بالبركات

نبي الهدى صلى عليه مليكه

وبلغ عنه روحه التحفات

وصلى عليه الله ماذر شارق

ولاحت نجوم الليل مبتدرات

افاطم لو خلت الحسين مجدلا

وقد مات عطشانا بشط فرات

اذن للطمت الخد فاطم عنده

واجريت دمع العين في الوجنات

افاطم قومي يا ابنة الخير واندبي

نجوم سماوات بارض فلاة

قبور بکوفانٍ[1] واُخری بطیبۃ

واخری بفخٍ[2] نالہا صلوات

واُخری بارض الجوزجان[3] محلہا

وقبر بباخمری[4] لدی الغربات

وقبر ببغداد[5] لنفس زکیۃ

تضمنہا الرحمن فی الغرفات

مورخین کا بیان ہے کہ :

جب دعبل نے یہ شعر پڑھا جس میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے روضۂ اقدس کا ذکر ہے تو حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا :

کیا اس جگہ میں دو بیت کا اضافہ نہ کر دوں جس سے تمہارا یہ کلام مکمل ہو جائے۔

دعبل نے عرض کیا : " فرزندِ رسولؐ ارشاد فرمایئے تو آپ نے فرمایا :

وَقَبْرٌ بِطُوسٍ یَا لَهَا مِنْ مُصِیبَةٍ	اَلَحَّتْ عَلَی الْاَحْشَاءِ بِالزَّفَرَاتِ
اِلَی الْحَشْرِ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰهُ قَائِمًا	یُفَرِّجُ عَنَّا الْغَمَّ وَالْکُرُبَاتِ

---

[1] کوفہ میں جناب مسلمؑ کی قبر ہے اور کوفہ ہی میں جناب امیر المومنینؑ شہید ہوئے جن کا روضہ نجف اشرف میں ہے جو کوفہ کے قریب ہے۔

[2] :۔ " فخ " میں امام زادوں کی قبریں ہیں۔

[3] :۔ جہاں جناب یحییٰ بن زید کی قبر ہے۔

[4] :۔ " باخمری " کوفہ اور واسط کے درمیان ایک بستی جہاں امام حسنؑ کے پوتے ابراہیم شہید ہوئے۔

[5] :۔ بغداد سے متصل ہی کاظمین ہے جہاں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا روضہ ہے جس وقت دعبل نے یہ مرثیہ کہا ہے اس وقت تو صرف آپ ہی کی وہاں قبر تھی، بعد میں نویں امام حضرت محمد تقیؑ بھی اپنے دادا کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

(اور ایک قبر طوس کی سر زمین پر...
(کیسی مصیبت ہوگی جب... آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ
(جنازہ اٹھے گا)
... اور حشر بپا ہونے تک...
یہاں تک کہ حکم خدا سے قائم آلِ محمد اٹھیں — اور ہمارے
رنج و محن — کو دور کریں)۔
دعبل نے پوچھا: " مولاؑ — یہ طوس کی سر زمین پر کس
کی قبر ہے؟
امام نے فرمایا: میری قبر (بنے گی)
اور زیادہ زمانہ نہ گذرے گا کہ:
طوس (مشہد مقدس) ہمارے شیعوں اور زیارت کیلئے
آنے والوں کی آمدورفت کا مرکز بن جائے گا۔

پھر جب دعبل نے مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے۔
خُرُوجُ اِمَامٍ لَا مُحَالَةَ خَارِجٌ
يَقُوْمُ عَلَى اِسْمِ اللّٰهِ وَالْبَرَكَاتِ
يُمَيِّزُ فِيْنَا كُلَّ حَقٍّ وَ بَاطِلٍ
وَيَجْزِيْ عَلَى النَّعْمَاءِ وَالنِّقِمَاتِ
(امام (مهدیؑ) کا ظہور یقینی ہے جو بنام خدا برکتوں کے ساتھ ظہور
کریں گے — تو ہمارے درمیان سے حق و باطل کو الگ کر دیں گے

اور نعمتوں اور نقمتوں کا انصاف کے ساتھ صلہ دینگے)
یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:
(درحقیقت)... روح القدس نے تمہاری زبان پر یہ دو شعر جاری کرائے ہیں۔
پھر امام نے سونے کے سو قیمتی سکے ایک تھیلی میں رکھ کر دعبل کو انعام کے طور پر دیئے۔
دعبل نے گذارش کی: "مولا اسے واپس لے لیجئے اور مجھے اپنا کوئی لباس مرحمت فرمادیجئے۔ وہ میرے لئے برکت اور شرف کا باعث ہوگا۔ امام نے اُن کو ایک عمدہ ریشمی لباس بھی دیا۔ اور وہ تھیلی بھی مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"اسے واپس نہ کرو، لے جاؤ، کام آئے گی۔

دعبل نے امام سے رخصت ہونے کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ مرو سے سفر اختیار کیا۔ راستے میں چوروں نے پورے قافلہ کو گھیر کر سب کو قیدی بنالیا۔ اور ان کے سامان پر قبضہ کر کے آپس میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔
اس وقت وہ چور دعبل کا قصیدہ بھی پڑھ رہے تھے۔
دعبل نے چوروں سے پوچھا: "تم لوگوں کو معلوم ہے یہ کس کے اشعار تم پڑھ رہے ہو۔۔؟"
ان میں سے ایک نے کہا کہ: "دعبل خزاعی کے۔
دعبل نے ان لوگوں کو بتایا کہ: "میں ہی تو دعبل خزاعی ہوں جس کے شعر تم لوگ پڑھ رہے ہو۔

یہ سنتے ہی چوروں نے دعبل کے احترام میں پورے قافلے کے تمام لوگوں کو آزاد کر دیا اور سب کا مال واپس کر دیا۔

دعبل قم پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے بھی انھیں احترام و انعام سے نوازا۔ لیکن جب وہ وہاں سے اپنے وطن پہونچے تو پتہ چلا کہ کچھ اور چوروں نے ان کے گھر کا صفایا کر رکھا ہے۔

لیکن پھر امام علی رضاؑ کے عطا کردہ سونے کے سکّوں کے ذریعے سے ان کو آسودگی نصیب ہوئی اور انھیں امامؑ کا وہ جملہ یاد آیا کہ:
"تمہیں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔"

(ملاحظہ فرمائیے مناقب ابن شہر آشوب)

جنابِ سیّد بن طاؤس نے فرحۃ الغری میں لکھا ہے کہ:

... جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام خراسان تشریف لے جا رہے تھے —
تو مدینہ منورہ سے روانگی کے بعد آپ پہلے بصرہ تشریف لے گئے تھے[1]
پھر بصرہ سے روانہ ہو کر کوفہ کے راستے بغداد تشریف لائے، اور بغداد سے "قم"
کا سفر اختیار کیا۔

جب امام علیہ السلام قم پہنچے تو اہلِ شہر نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا، ہر شخص
خواہشمند تھا کہ آپ اس کے گھر قیام فرمائیں مگر امام ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ میرے
اونٹ[2] کو حکم مل چکا ہے (کہ کہاں ٹھہرنا ہے) جہاں یہ (خود بخود) رک جائے،
وہیں مجھے ٹھہرنا ہے۔

اونٹ چلتا رہا، اور لوگ کمالِ اشتیاق سے اُسے دیکھتے رہے۔
یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے دروازے پر پہونچ کر خود بخود رک گیا جس نے

---

[1] اور بصرہ کی اس مسجد میں تشریف فرما ہوئے جس میں چند روز قبل خواب میں پیغمبرؐ کو دیکھا جا چکا تھا۔
[2] اونٹ یا اونٹنی

گذشتہ شب خواب میں یہ منظر دیکھا تھا کوئی اسے بتا رہا ہے کہ :

"کل امام علی رضا تمہارے مہمان ہوں گے"

امام علیہ السلام نے اسی جگہ قیام فرمایا

اہلِ ایمان اور حلقہ بگوشانِ اسلام اس بات سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ جب حضرت رسولِ خدا ہجرت کے وقت مدینہ منورہ پہونچے تھے تو سارے شہر کے لوگوں نے آپؐ کا انتہائی پرتپاک استقبال کیا تھا۔

ہر ایک آرزو مند تھا کہ آنحضرت اُسی کے گھر قیام فرمائیں، لیکن آپؐ نے یہی فرمایا تھا کہ میرے اونٹ کو حکم مل چکا ہے (کہ کہاں ٹھہرتا ہے)

حضورِ اکرم کا اونٹ آگے بڑھتا رہا اور لوگ ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

یہاں تک کہ جناب ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے پاس آپؐ کی سواری خود بخود ٹھہر گئی — اور آپؐ نے ان ہی کے گھر قیام فرمایا۔

غور فرمایئے :

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری — اور آپؐ کے آٹھویں جانشینِ برحق حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی سرزمینِ قم پر تشریف آوری میں کتنی مماثلت ہے —

جناب سید بن طاؤس فرماتے ہیں کہ :
قم میں جس جگہ امام علی رضا علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا۔ بعد میں وہ جگہ امام کی برکت سے نہایت شان و شوکت والی ہو گئی۔ اور اب وہاں ایک دینی درسگاہ آباد ہے۔

(ملاحظہ فرمایئے :
منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ تا قدیم)

دفن کے بارے میں پیشین گوئی

ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو پروردگارِ عالم نے ایسا خصوصی علم عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے وقتِ شہادت کو بھی جانتے تھے، جس ذریعے سے انھیں قتل کیا جائیگا اس سے بھی واقف تھے اور جس جگہ انھیں دفن کیا جائے اس کا بھی انھیں علم تھا۔ بلکہ بعض اوقات اپنے چاہنے والوں میں سے خاص خاص معتمدین کو بتا دیا کرتے تھے

اس سلسلہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منسوب بکثرت احادیث ہمارے بلند مرتبہ علمائے کرام کی کتابوں میں موجود ہیں:

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

موسیٰ بن مہران کا بیان ہے کہ:

میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینۂ منورہ کی مسجد کے اندر دیکھا۔ اس وقت ہارون الرشید لوگوں کے درمیان تقریر کر رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اَتَرَوْنَنِیْ وَاِیَّاہُ نُدْفَنُ فِیْ بَیْتٍ وَاحِدٍ۔

(کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ: میں اور یہ شخص ایک ہی گھر کے اندر دفن کئے جائیں گے)

؟

(عیون اخبار الرضا)

عبدالسلام بن صالح الہروی کا بیان ہے کہ:
میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ:
اِنِّیْ سَاُقْتَلُ بِالسَّمِّ مَظْلُوْمًا، وَاُقْبَرُ اِلٰی جَنْبِ هَارُوْنَ
وَيَجْعَلُ اللّٰهُ تُرْبَتِيْ مُخْتَلَفَ شِيْعَتِيْ وَاَهْلِ مَحَبَّتِيْ
(میں زہر کے ذریعے مظلومیت کے ساتھ شہید کیا جاؤں گا۔
ہارونؑ کے پہلو میں میری قبر بنائی جائے گی، اور خداوند عالم میری
قبر کو میرے شیعوں اور اہل محبت کی زیارت گاہ بنائے گا)

(عیون اخبار الرضاؑ)

ہرثمہ بن اعین نے اس سلسلہ میں ایک روایت بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:
"ایک دفعہ آدھی رات کو کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، میرے غلام نے دروازے پر جاکر دریافت کیا تو آنے والے نے کہا کہ:
'ہرثمہ سے کہدو کہ مولاؑ نے بلایا ہے۔'
یہ سن کر میں تیزی سے اٹھا، کپڑے تبدیل کرکے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔
میں نے سلام کیا، امامؑ نے جواب سلام کے بعد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو میں بیٹھ گیا۔
امامؑ نے فرمایا: اے ہرثمہ میری بات پوری توجہ سے سنو اور محفوظ رکھنا۔ میری رحلت کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں اپنے آباؤ اجداد کی خدمت میں پہنچنے والا ہوں، اس 'ظالم (مامون) نے تہیہ کرلیا ہے کہ زہر کے ذریعے مجھ

شہید کر دے۔

اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے بعد وہ چاہے گا کہ اپنے ہاتھوں سے مجھے غسل دے۔ لیکن تم اسے اس کام سے روکنا اور بتا دینا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو جو عذاب دیر میں آنے والا ہے وہ اس پر جلد ہی نازل ہو جائے گا۔

تمہاری زبان سے یہ بات سن کر وہ رک جائے گا (سمجھ جائے گا کہ امام نے خود اس کی خبر دی ہے)

پھر وہ چاہے گا کہ کسی بلند جگہ پر بیٹھ کر غسل و کفن دیکھتا رہے۔ تو رکاوٹ نہ ڈالنا۔ لیکن تم (یا کوئی شخص) مجھے غسل دینے کی کوشش نہ کرے۔

تم دیکھو گے کہ (قدرتی طور پر) گھر کے ایک حصہ میں سفید خیمہ نصب ہوگا۔ مجھے اسی خیمہ کے اندر رکھ دینا' اور پیچھے کھڑے ہو جانا (کوئی شخص اس کے اندر دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔

پھر وہ (مامون) تمہارے پاس آ کر کہے گا کہ اگر امام کو امام ہی غسل دیتے ہیں' تو امام محمد تقی تو مدینہ میں ہیں اور ہم لوگ طوس کی سرزمین پر ہیں۔ اب اس وقت انھیں کون غسل دے گا؟۔ تو تم جواب میں کہہ دینا کہ :۔

اگر امام کو زبردستی کوئی اور غسل دیدے تو نہ گذرنے والے کی امامت میں فرق آئیگا نہ آنے والے کی امامت میں!!۔ اگر امام علی رضا مدینہ میں ہوتے تو امام محمد تقی سب کے سامنے ان کو غسل دیتے۔ لیکن اس وقت وہ مخفی طور سے غسل دینگے۔

پھر اس کے بعد تم خیمہ اٹھاؤ گے تو دیکھو گے کہ مجھے غسل دیا جا چکا ہے۔ اس وقت میرا جنازہ اٹھانا۔

اس کے بعد جب دفن کا موقع آئے مرے گا تو وہ (مامون) کوشش کرے گی کہ مجھے اپنے اپنے باپ کی قبر کے پیچھے دفن کرے لیکن کوشش کے باوجود یہ قبر بنانے نہیں

کامیاب نہ ہو سکے گا، تو تم کہنا کہ "قبر کے آگے کھدائی کر کے دیکھئے" پھر جیسے ہی وہاں کدال چلائی جائے گی، ایک قبر پہلے سے تیار ملے گی۔ اسی میں مجھے دفن کر دینا اور ان لوگوں کو میری قبر پر مٹی نہ ڈالنے دینا۔

ہرثمہ کہتے ہیں کہ امام کے فرمان سے مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا۔ میں روتا، پیٹتا، فریاد کرتا ہوا، اپنے گھر واپس آیا۔

پھر جب امام علیہ السلام شہید ہو گئے تو میں نے آپ کی ہدایات کے مطابق کام انجام دیئے:

(اثبات الہداۃ جلد ۶ صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳)

حسن بن علی الوشاء کہتے ہیں کہ:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اِنِّی سَاُقْتَلُ بِالسَّمِّ مَظْلُوْمًا اَلَا فَمَنْ زَارَنِیْ عَارِفًا بِحَقِّیْ، غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ...

(میں زہر سے، مظلومیت کے ساتھ شہید کیا جاؤں گا۔ تو جو شخص میرے حق کی معرفت رکھتے ہوئے میری زیارت کرے۔ خداوند عالم اس کی مغفرت فرمائے گا۔)

(" : " : ۲۸۴)

امام علی رضاؑ کے حکیمانہ ارشادات

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالبؑ کو اپنے علم کا دروازہ بھی قرار دیا ہے جیسا کہ مشہور حدیث ہے:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

(میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں)

اور آپؑ ہی آنحضرتؐ کی حکمت کے ورثہ دار بھی ہیں۔

جیسا کہ حضورِ اکرم کا ارشاد ہے:

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

(میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا در ہیں)

اور حضورِ اکرمؐ نے جس علم و حکمت کا ورثہ دار حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کو قرار دیا تھا وہ نسلاً بعد نسلٍ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف منتقل ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں علم و حکمت کا وہ مرکز تھے جن سے تمام مکاتبِ فکر کے لوگ کسبِ فیض کرتے تھے۔

ان ورثہ دارانِ علم و حکمت کے زریں اقوال کو سید شریف رضی نے نہج البلاغۃ میں اور دوسرے علمائے کرام نے "کلمۃ الامام الحسنؑ — بلاغت الحسینؑ بلاغت الامام الصادقؑ" وغیرہ میں جمع کیا ہے، تاکہ ہر امامؑ کے فرمودات سے اہلِ ایمان

اپنے دامن کو مالا مال کر سکیں۔

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام نے مختلف مواقع پر جو حکیمانہ ارشادات فرمائے ہیں، وہ ہزاروں اقوال پر مشتمل ہیں۔

ہمارے نہایت بلند مرتبہ عالم دین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے آپ کے عظیم الشان ارشادات کو متعدد مصادر سے اپنی ایک گراں قدر تالیف میں جمع کیا ہے اور اس کا نام رکھا:

عیون اخبار الرضا

یہ کتاب بیسیوں بار شائع ہو چکی ہے، اور صاحبانِ فکر و دانش نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی اس خدمت کو شاندار خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اس عظیم الشان کتاب کے علاوہ بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حکیمانہ ارشادات، متعدد کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں

ہم تیمناً و تبرکاً، "اعلام الهدایة" نامی کتاب کے حوالے سے اس جگہ امام علیہ السلام کے کچھ اقوال کو درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس کتاب کو "المجمع العالمی لاھل البیت" قم المقدسہ (ایران) کے لجنة التالیف نے ترتیب کیا ہے، اور مرکز الطباعة والنشر کے زیر اہتمام اس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۲۲ھ ہجری، اور دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۵ھ ہجری میں شائع ہوا۔

ہم اس کے دوسرے ایڈیشن سے کچھ اقوال قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

①

خداوند عالم کے بارے میں کچھ ارشادات

نہر بلخ کے اس پار سے ایک شخص حضرت امام علی رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے امامؑ سے عرض کیا:

اَخْبِرْنِي عَنْ رَبِّكَ مَتٰى كَانَ؟ وَكَيْفَ كَانَ؟ وَعَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كَانَ اِعْتِمَادُهٗ؟

(اپنے پروردگار کے بارے میں بتایئے کہ:
• وہ کب سے ہے (کب عالم کون و مکاں میں آیا)؟
• اس کی کیفیت کیا ہے۔؟
• اور کس چیز پر اس کا اعتماد ہے۔؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَيَّنَ الْاَيْنَ بِلَا اَيْنٍ، وَكَيَّفَ الْكَيْفَ بِلَا كَيْفٍ وَكَانَ اِعْتِمَادُهٗ عَلٰى قُدْرَتِهٖ۔

(خداوند عالم ہی جگہوں کا پیدا کرنے والا ہے — جب کہ خود لامکاں ہے۔
اسی نے کیفیات کو ایجاد کیا ہے۔ جب اس کے لئے کیفیت نہیں ہے — اور اس کا اعتماد اپنی قدرت پر ہے)

یہ سن کر وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے آپ کے سر اقدس کو بوسہ دیا،

اور بے ساختہ کہہ اٹھا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَأَنَّ عَلِيًّا وَصِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَالْقَيِّمُ بَعْدَهُ بِمَا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ، وَأَنَّكُمُ الْأَئِمَّةُ الصَّادِقُونَ. وَأَنَّكَ الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِهِمْ.

(میں گواہی دیتا ہوں کہ:

خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں، اور حضرت علیؑ حضرت رسولِ خدا کے وصی برحق ہیں۔

جن باتوں کی حضور اکرم پاسبانی فرماتے تھے آپ کے بعد حضرت علیؑ اُن کے پاسبان ہیں، اور لوگوں کے جانشین ہیں)

یونس بن عبد الرحمان نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

ہم لوگوں تک یہ روایت پہونچی ہے کہ:

إِنَّ اللهَ عِلْمٌ لَا جَهْلَ فِيهِ، حَيَاةٌ لَا مَوْتَ فِيهِ، نُورٌ لَا ظُلْمَةَ فِيهِ،

(خداوند عالم، عین علم ہے جس کے ہاں جہل نہیں ہے۔

وہ عین حیات ہے جس سے موت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور وہ —

ایسا نور ہے جس میں ظلمت کا کوئی گذر نہیں ہے)

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا کہ:

كَذٰلِكَ هُوَ۔ (بیشک اس کی ذات، ایسی ہی ہے۔

۹

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ:

"اس دنیا کے حادث ہونے کی کیا دلیل ہے (یعنی ہم کس طرح سمجھیں کہ یہ دنیا پہلے نہیں تھی، اب ہے۔؟

امام نے فرمایا کہ:

اِنَّكَ لَمْ تَكُنْ ثُمَّ كُنْتَ، وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّكَ لَمْ تُكَوِّنْ نَفْسَكَ، وَلَا كَوَّنَكَ مَنْ هُوَ مِثْلُكَ!

"ایک وقت ایسا تھا، جب تم نہیں تھے، پھر عالمِ وجود میں آئے۔

"تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے خود کو نہیں پیدا کیا۔ اور نہ تم جیسے کسی شخص نے تمہیں بنایا ہے)

"حادث"۔ اُسے کہتے ہیں:

جو پہلے موجود نہ تھا، اب ہے۔

راوی کے ذہن میں یہ سوال تھا کہ:

"اس دنیا کو حادث کیوں کہا جاتا ہے۔؟

امام علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ:

"اس دنیا کو حادث کہنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ:

"یہ پہلے موجود نہیں تھی، اور اب موجود ہے۔"

"اور جو شے پہلے موجود نہ ہو، بعد میں موجود ہو، اسے حادث کہا جاتا ہے۔

پھر آپ نے اُسکے سامنے ایک ایسی عقلی و منطقی مثال پیش کی، جس کا وہ انکار کر ہی نہیں سکتا تھا۔

کیونکہ ہر شخص جو اپنے وجود اور پیدائش پر غور کرے گا، اسے معلوم ہوجائیگا کہ ایک وقت تھا جب وہ موجود نہ تھا، اب ہے۔ لہٰذا وہ حادث ہے۔

اسی طرح دنیا کی تمام چیزیں، ایسی ہیں کہ:

پہلے ان کا وجود نہ تھا، اب ہے۔ اس لئے یہ سب حادث ہیں:

٭ یہ سڑک دو سو سال پہلے نہ تھی، اب موجود ہے۔

٭ یہ مکان ۱۵۰ سال پہلے نہ تھا، اب ہے۔

٭ یہ درخت سو سال پہلے نہ تھا، اب ہے۔

٭ یہ باغ کچھ عرصہ پہلے نہ تھا، اب ہے۔

اسی طرح ایک ایک چیز کے بارے میں غور کرتا جائے اس کا ذہن خود بخود پکار اٹھے گا کہ: ایک وقت ایسا تھا کہ یہ چیزیں نہ تھیں، اب ہیں۔ لہٰذا یہ حادث ہیں۔

(۲)

قرآن مجید کے بارے میں آپ کا ارشاد

هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ، وَعُرْوَتُهُ الْوُثْقٰى، وَطَرِيْقَتُهُ الْمُثْلٰى الْمُؤَدِّيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمُنْجِيْ مِنَ النَّارِ، لَا يَخْلَقُ عَلَى الْاَزْمِنَةِ، وَلَا يَغِثُّ عَلَى الْاَلْسِنَةِ، لِاَنَّهُ لَمْ يُجْعَلْ لِزَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ بَلْ جُعِلَ دَلِيْلَ الْبُرْهَانِ وَالْحُجَّةِ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ، لَا يَاْتِيْهِ

الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔

وہ اللہ کی پائیدار رسی ہے۔

اُس کی مضبوط ریسمان ہے۔

اُس کا مثالی راستہ ہے۔ جو جنت تک پہونچانے والا، اور جہنم سے بچانے والا ہے۔

زمانوں (کے گذرنے) کے باوجود وہ کہنہ نہیں ہو سکتا۔

نہ زبانوں پر وہ بوسیدہ ہو سکتا ہے۔

کیونکہ اُسے کسی زمانے کے لئے نہیں قرار دیا گیا ہے۔

بلکہ اُسے ہر انسان کے لئے حجت، دلیل اور برھان بنایا گیا ہے۔

باطل نہ اسکے سامنے سے آسکتا ہے، نہ پشت سے۔

وہ صاحب حکمت، اور صاحب حمد (خداوند عالم) کی طرف سے نازل ہونے والی (روشن کتاب) ہے۔

(۳)

نبوت اور انبیاء کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی

ابن سکیت نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت

کیا کہ:

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کو عصا، ید بیضا اور جادو کے توڑ کے ساتھ، حضرت عیسیٰ کو طبی (معجزات) کے ساتھ، اور حضرت محمد مصطفےٰ کو اعجازی کلام (قرآن مجید) کے ساتھ کیوں بھیجا۔؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ لَمَّا بَعَثَ مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ الْاَغْلَبُ عَلیٰ اَھْلِ عَصْرِہِ السِّحْرَ فَاَتَاھُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا لَمْ یَکُنْ فِی وُسْعِ الْقَوْمِ مِثْلُہُ وَبِمَا اَبْطَلَ بِہٖ سِحْرَھُمْ وَاَثْبَتَ بِہِ الْحُجَّۃَ عَلَیْھِمْ۔

وَاَنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ بَعَثَ عِیْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی وَقْتٍ ظَھَرَتْ فِیْہِ الزَّمَانَاتُ وَاحْتَاجَ النَّاسُ اِلَی الطِّبِّ فَاَتَاھُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا لَمْ یَکُنْ عِنْدَھُمْ مِثْلُہُ وَبِمَا اَحْیَا لَھُمُ الْمَوْتیٰ وَاَبْرَأَ لَھُمُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاَثْبَتَ بِہِ الْحُجَّۃَ عَلَیْھِمْ۔

وَاَنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا فِی وَقْتٍ کَانَ الْاَغْلَبُ عَلیٰ اَھْلِ عَصْرِہِ الْخُطَبُ وَالْکَلَامُ (وَاَظُنُّہُ قَالَ): وَالشِّعْرُ فَاَتَاھُمْ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَوَاعِظِہٖ وَاَحْکَامِہٖ مَا اَبْطَلَ بِہٖ قَوْلَھُمْ وَاَثْبَتَ بِہِ الْحُجَّۃَ عَلَیْھِمْ۔

(خداوند عالم نے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، تو اس زمانے کے لوگوں پر جادو غالب تھا۔

تو خداوند عالم نے انھیں وہ اعجازی طاقت عطا فرمائی،

جس کا جواب لانا، قوم کیلئے ممکن نہیں تھا۔
اسی اعجازی طاقت سے (حضرت موسیٰؑ نے) ان لوگوں کے جادو کو باطل کیا، اور ان لوگوں پر حجت قائم کی۔
اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگارِ عالم نے ایسے زمانہ میں بھیجا، جب اپاہج اور زمین گیر، بہت زیادہ تھے، اور لوگوں کو طب کے کمالات کی ضرورت تھی، تو خداوندِ عالم کی طرف سے اُن کو وہ (معجزہ) عطا کیا گیا، جس کی ان لوگوں کے پاس کوئی مثال نہ تھی۔
(پھر حضرت عیسیٰؑ نے) مُردوں کو زندہ کیا، اندھے اور مبروص کو بحکم خدا تندرست کر کے ان لوگوں پر حجت قائم کردی۔
اور خداوندِ عالم نے حضرت محمد (مصطفیٰ صلے اللہ وآلہ وسلم) کو ایسے زمانہ میں مبعوث برسالت فرمایا۔ جب لوگوں کے درمیان خطابت و کلام اور شعر وغیرہ کو بہت عروج حاصل تھا۔
لہٰذا پروردگارِ عالم نے (قرآن مجید کی صورت میں) آنحضرتؐ کو مواعظ اور احکام (کا وہ صحیفہ) عطا فرمایا جس نے اُن لوگوں کے زورِ بیان کا خاتمہ کر کے اُن سب پر حجت تمام کردی۔
امام علیہ السلام کا فصیح و بلیغ کلام سُن کر ابنِ سکیت نے کہا:
تَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ الْيَوْمَ قَطُّ۔ فَمَا الْحُجَّةُ عَلَى الْخَلْقِ الْيَوْمَ؟
(خدا کی قسم، میں نے آپ جیسا صاحب علم و کلام) آج تک

٭ وہ لوگ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں یہ اعلان فرمادیا کہ ہم نے اپنے بندے (اور رسول) پر جو قرآن نازل کیا ہے اس کے بارے میں اگر تم لوگوں کو شک و شبہ ہو تو اس جیسا ایک ہی سورہ لاؤ۔۔ لیکن وہ سب لوگ اس کا جواب لانے سے اُس وقت بھی عاجز تھے، اور آج بھی عاجز ہیں، جو قرآن کی صداقت کی ابدی دلیل ہے۔

نہیں دیکھا۔ یہ ارشاد فرماتے کہ:

اس وقت، بندوں کے لئے، خداوند عالم کی طرف سے کیا دلیل و برہان ہے؟

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْعَقْلُ يُعْرَفُ بِهِ الصَّادِقُ عَلَى اللّٰهِ فَيُصَدِّقُهُ، وَالْكَاذِبُ عَلَى اللّٰهِ فَيُكَذِّبُهُ!

(امامؑ نے فرمایا کہ: عقل۔ جس کے ذریعہ صادق کو پہچان کر اُس کی تصدیق کی جاسکتی ہے، اور کاذب کو پہچان کر اس کی تکذیب کی جاسکتی ہے۔!

دیکھو یہ عقل کو پروردگارِ عالم نے صدق و کذب کے درمیان امتیاز کی صلاحیت دی ہے)

ابنِ سکیت نے کہا: هٰذَا وَاللّٰهِ الْجَوَابُ۔

(بیشک!۔ یہ جواب برحق ہے)

(ملاحظہ فرمایئے:

کتاب، علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۱۱)

اولوا العزم پیغمبروں کے بارے میں فرمایا کہ:

اِنَّمَا سُمِّيَ اُولُوا الْعَزْمِ، اُولِي الْعَزْمِ، لِاَنَّهُمْ كَانُوا اَصْحَابَ الشَّرَائِعِ وَالْعَزَائِمِ، وَ ذٰلِكَ اَنَّ كُلَّ نَبِيٍّ بَعْدَ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ عَلٰى شَرِيْعَتِهِ وَ مِنْهَاجِهِ وَ تَابِعًا لِكِتَابِهِ اِلٰى زَمَنِ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ فِي اَيَّامِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَعْدَهُ كَانَ عَلٰى شَرِيْعَتِهِ

مِنْهَاجِهِ وَتَابِعًا لِكِتَابِهِ اِلٰی زَمَنِ مُوْسٰی (عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ فِيْ زَمَنِ مُوْسٰی وَبَعْدَهٗ كَانَ عَلٰی شَرِيْعَةِ
مُوْسٰی وَمِنْهَاجِهٖ وَتَابِعًا لِكِتَابِهٖ اِلٰی اَيَّامِ عِيْسٰی عليه السلام
وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ فِيْ اَيَّامِ عِيْسٰی ... كَانَ عَلٰی مِنْهَاجِ عِيْسٰی وَ
وَتَابِعًا لِكِتَابِهٖ اِلٰی زَمَنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)
فَهٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةُ اُولُوا الْعَزْمِ، فَهُمْ اَفْضَلُ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ
وَشَرِيْعَةُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) لَا تُنْسَخُ
اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ اِدَّعٰی
بَعْدَهُ النُّبُوَّةَ اَوْ اَتٰی بَعْدَ الْقُرْاٰنِ بِكِتَابٍ، فَدَمُهٗ مُبَاحٌ
لِكُلِّ مَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهُ۔

(پیغمبروں میں سے (کچھ حضرات کو) اولوالعزم اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان پر شریعتیں نازل ہوئیں اور وہ عزیمت کے مالک تھے
چنانچہ، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء آئے، وہ اُن ہی کی شریعت و منہاج پر تھے اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے پیروکار تھے۔

یہاں تک خلیلِ خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا۔
تو حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد جو انبیاء آئے، وہ آپ ہی کی شریعت و منہاج پر گامزن تھے، اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کے پیروکار تھے۔

یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا۔
اب جو پیغمبر بھی آپ کے زمانہ میں، یا آپ کے بعد آئے

وہ آپ ہی کی شریعت و منہاج کے پیروکار تھے، اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کی پیروی کرتے تھے۔
یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آگیا۔
اب جو پیغمبر حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں تھے (جیسے جناب یحییٰ)۔
وہ آپ ہی کی شریعت و منہاج پر تھے، اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کے پیروکار تھے۔
یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر (خاتم الانبیاء و المرسلین، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور مبعوث برسالت ہوئے)
یہ ہیں وہ پانچ ہستیاں — جو اولوا العزم ہیں۔
یہ دوسرے تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔
اور حضرت محمد مصطفےٰؐ پر جو شریعت نازل ہوئی، وہ (باقی رہنے والی ہے) روز قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتی۔
آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔
اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، یا قرآن مجید کے بعد کسی کتاب کو (آسمانی کتاب کہہ کر) پیش کرے اس کا خون ... مباح ہے۔

قرآن مجید میں بھی خالق دوجہاں نے ان ہی پانچ ہستیوں کی شریعت کا اعلان فرمایا ہے: جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔
شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک

وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسیٰ۔ ان اقیموا الدین...

(سورہ مبارکہ شوریٰ آیت نمبر ۱۳)

حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی شریعتیں اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی، آخری شریعت!!

۴

امامت کے بارے میں آپ کا ارشادِ گرامی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے منصبِ امامت، اور امامؑ کی صفات کے بارے میں، فصاحت و بلاغت سے بھری ہوئی، جو مفصل گفتگو فرمائی ہے، وہ ہم اس کتاب میں، چند صفحات قبل، ایک مستقل عنوان کے تحت پیش کر چکے ہیں۔

البتہ اسی موضوع پر، امام علیہ السلام کا ایک اور فرمان مقدس، ہم اس جگہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ سلسلۂ امامت سے ہمارا وابستہ ہونا، درحقیقت پروردگار عالم کا، ہم لوگوں پر عظیم احسان ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہ:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَرْکَبَ سَفِینَۃَ النَّجَاۃِ وَیَسْتَمْسِکَ بِالْعُرْوَۃِ

اَلْوُثْقٰى وَلْيَعْتَصِمْ بِحَبْلِ اللّٰهِ الْمَتِيْنِ، فَلْيُوَالِ عَلِيًّا بَعْدِيْ، وَلْيُعَادِ عَدُوَّهٗ، وَلْيَأْتَمَّ بِالْاَئِمَّةِ الْهُدَاةِ مِنْ وُلْدِهٖ فَاِنَّهُمْ خُلَفَائِيْ وَ اَوْصِيَائِيْ وَحُجَجُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ بَعْدِيْ، وَسَادَةُ اُمَّتِيْ وَقَادَةُ الْاَتْقِيَاءِ اِلَى الْجَنَّةِ، حِزْبُهُمْ حِزْبِيْ وَحِزْبِيْ حِزْبُ اللّٰهِ وَحِزْبُ اَعْدَائِهِمْ حِزْبُ الشَّيْطَانِ۔

"جو شخص یہ چاہتا ہو کہ:
کشتیٔ نجات پر سوار ہو جائے۔
مضبوط ریسمان سے متمسک رہے۔
اور اللہ کی پائیدار رسی سے وابستہ ہو جائے۔ اسے چاہیئے کہ میرے بعد علیؑ کی ولایت تسلیم کرے، اُن کے دشمن کو اپنا دشمن مانے، اور اُن کی اولاد میں جو اولیائے برحق ہیں ان کی امامت کا اقرار کرے۔

کیونکہ

وہ سب میرے اوصیاء اور جانشین ہیں میرے بعد مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔
امّت کے سید و سردار ہیں۔
پرہیزگاروں کو، جنت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔
اُن کا گروہ، درحقیقت میرا گروہ ہے۔ اور میرا گروہ دراصل خداوندِ عالم کا گروہ ہے
اور اُن کے دشمن کا گروہ، حقیقتاً شیطان کا گروہ ہے"۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا:

يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَخِيْ وَوَزِيْرِيْ وَصَاحِبُ لِوَائِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَنْتَ صَاحِبُ حَوْضِيْ، مَنْ اَحَبَّكَ اَحَبَّنِيْ، وَمَنْ اَبْغَضَكَ اَبْغَضَنِيْ۔

(اے علیؑ!
میرے بھائی، وزیر و جانشین۔
دنیا و آخرت میں میرے علمبردار۔
حوضِ کوثر پر میرے ساقی ہو۔
جس نے تم سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی۔
اور جس نے تم سے بغض رکھا۔ اس نے حقیقتاً مجھ سے بغض رکھا)۔

۵

عیدِ غدیر کے بارے میں فرمایا

منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے عیدِ غدیر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

وَهُوَ يَوْمُ التَّهْنِئَةِ يُهَنِّيْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَاِذَا الْتَقَى الْمُؤْمِنُ اَخَاهُ يَقُوْلُ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنَ الْمُتَمَسِّکِیْنَ بِوِلَایَةِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْاَئِمَّةِ ؑ وَهُوَ يَوْمُ التَّبَسُّمِ فِيْ وَجْهِ النَّاسِ مِنْ أَهْلِ الْاِيْمَانِ فَمَنْ تَبَسَّمَ فِيْ وجه أخيه يوم الغدير نظر الله إليه يوم القيامة بالرحمة، وقضى له ألف حاجة، وبنى له قصراً في الجنة من درة بيضاء ونضر وجهه۔

وهو يوم الزينة فمن تزين ليوم الغدير غفر الله له كلّ خطيئة عملها، صغيرة وكبيرة وبعث الله إليه ملائكة يكتبون له الحسنات، ويرفعون له الدرجات إلى قابل مثل ذالك اليوم فإن مات مات شهيداً، وإن عاش عاش سعيداً ومن أطعم مؤمناً كان كمن أطعم جميع الأنبياء والصديقين ومن زار فيه مؤمناً أدخل الله قبره سبعين نوراً ووسع في قبره ويزور قبره كلّ يوم سبعون ألف ملك ويبشّرونه بالجنة۔

وفي يوم الغدير عرض الله الولاية على أهل السموات السبع، فسبق إليها أهل السماء السابعة فزيّن بها العرش، ثمّ سبق إليها أهل السماء الرابعة، فزيّنها بالبيت المعمور، ثمّ سبق إليها أهل السماء الدنيا فزيّنها بالكواكب ثمّ عرضها على الأرضين فسبقت مكة فزيّنها بالكعبة ثمّ سبق إليها المدينة فزيّنها بالمصطفى محمد ثمّ سبقت إليها الكوفة فزيّنها بأمير المؤمنين ؑ وعرضها على الجبال فأوّل جبل أقر بذلك ثلاثة أجبل: العقيق وجبل الفيروزج وجبل الياقوت فصارت هذه الجبال جبالهن وأفضل الجواهر۔

د یہ تہنیت و مبارک باد کا دن ہے۔
تم لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہو۔
لہذا جب کوئی مومن اپنے برادر مومن سے ملے تو یہ کہے:
"تعریف، خدا کی جس نے ہمیں حضرت امیر المومنین اور ائمہ (طاہرین)
کی ولایت سے وابستہ قرار دیا۔"
اہل ایمان کو چاہیے کہ اس دن لوگوں کو دیکھ کر خوشی سے مسکرائیں
کیونکہ جو شخص بھی روز غدیر اپنے برادر (مومن) کو دیکھ کر مسکرائے گا۔
خداوند عالم قیامت کے دن اس پر رحمت کی نظر کرے گا، اسکی
ہزار حاجتیں پوری کرے گا، اس کیلئے جنت میں سفید موتی کا محل تعمیر
کرائے گا، اور اس کے چہرے کو شادابی عطا کرے گا
(اور غدیر) — زینت کا دن ہے۔
جو شخص عید غدیر کے دن زیب و زینت کرے گا، خداوند عالم
اس کی صغیرہ و کبیرہ خطائیں معاف کرے گا، ایسے فرشتوں کو
بھیجے گا جو اس کی نیکیاں لکھیں گے، اور اگلے سال اس دن تک کیلئے
اس کے درجات میں بلندی (تحریر کریں گے)
اب اگر وہ مر جائے تو (گویا) شہید مرے گا۔ اور اگر زندہ رہے
تو سعادت مند رہے گا۔
جو شخص اس دن کسی مومن کو کھانا کھلائے گویا اس نے تمام انبیاء
صدیقین کو کھانا کھلایا۔
اور جو شخص اس دن کسی مومن سے ملاقات کریگا خدا اس کی قبر
میں ستر (۷۰) نور داخل کرے گا، اس کی قبر میں کشادگی پیدا کرے گا،

روزانہ ستر (۷۰) ہزار فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے اور اس کو جنت کی بشارت دیں گے۔

غدیر کے دن ہزاروں لاکھوں سال قبل، خداوند عالم نے ولایت کو ساتوں آسمان والوں پر پیش کیا تھا، تو ساتویں آسمان والوں نے سبقت کی جس کے نتیجے میں اسے عرش کی زینت عطا کی گئی

اس کے بعد چوتھے آسمان والوں نے سبقت کی تو انھیں بیت المعمور سے نوازا گیا۔

پھر ساتے دنیا کے لوگوں نے سبقت کی تو انھیں ستاروں سے مزین کیا گیا۔

اس کے بعد خداوند عالم نے زمین والوں پر یہ ولایت پیش کی تو مکہ نے سبقت کی جس کی وجہ سے خدا نے اسے کعبہ کا شرف عطا کیا۔

پھر مدینہ نے سبقت کی تو خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وجود سے اُسے سرفراز کیا۔

اس کے بعد کوفہ نے سبقت کی، تو خداوند عالم نے اسے امیرالمومنینؑ (سے منسوب کرکے) عزت دی!

خدا نے (ولایت کو) پہاڑوں پر پیش کیا تھا تو سب سے پہلے تین (پتھروں کے) پہاڑوں نے اقرار کیا: عقیق، فیروزہ اور یاقوت۔ تو ان پہاڑوں کو فضیلت والے جواہر (کا مخزن) قرار دیا۔

(۶)

معرفت وغیرہ کے بارے میں آپ کا ارشاد

اَلْعَقْلُ حِبَاءٌ مِنَ اللّٰہِ وَالْاَدَبُ کُلْفَۃٌ، فَمَنْ تَکَلَّفَ الْاَدَبَ قَدِرَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَکَلَّفَ الْعَقْلَ لَمْ یَزْدَدْ اِلَّا جَہْلاً۔

(عقل و دانش تو خداوندِ عالم کا عطیہ ہے، البتہ ادب ہے کے لئے زحمت کرنی ہوتی ہے۔ تو جو شخص ادب (حاصل کرنے) کی زحمت کریگا وہ اس پر قدرت پیدا کرے گا۔

لیکن جو شخص عقل حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، اس کی نادانی میں ہی اضافہ ہوگا۔ کیونکہ عقل وہ چیز نہیں ہے جسے کوشش سے حاصل کیا جائے)۔

امامؑ نے یہ بھی فرمایا ہے:

لَیْسَ الْعِبَادَۃُ کَثْرَۃُ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ، وَاِنَّمَا الْعِبَادَۃُ التَّفَکُّرُ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(نماز روزے کی کثرت ہی) عبادت نہیں ہے۔

بلکہ عبادت (کی روح) خداوندِ عالم کے امر میں غور و فکر ہے۔

(جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ خدا کی راہ میں ایک ساعت فکر ستر، سال کی عبادت سے افضل ہے)

امامؑ نے یہ بھی فرمایا کہ:

مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰہُ عَبْدًا عَقْلًا اِلَّا اسْتَنْقَذَہٗ بِہٖ یَوْمًا۔

(خداوندِ عالم جس بندے کو بھی عقل (کی نعمت) سے نوازتا ہے، وہ کسی نہ کسی دن اس کے ذریعے (کسی بڑی پریشانی) سے نجات پاتا ہے)۔

(عقل ہی ہے، جو مشکلات کے اندر سے، راستہ نکالتی ہے۔)

۷

صاحبِ نعمت کی ذمّہ داری

قال (علیہ السلام): "صاحب النعمۃ یجب أن یوسّع علی عیالہ۔

(جس کو (خداوند عالم کی طرف سے) نعمت ملی ہو، اس پر فرض ہے کہ اپنے اہل و عیال پر فراخ دلی سے خرچ کرے)

یہ نہ ہو کہ مال بچا بچا کر رکھتا رہے، نہ خود پر خرچ کرے، نہ اپنے اپنے اہل و عیال پر، اور نہ اللہ کے بندوں پر۔

۸

صفائی۔ پیغمبروں کی پسندیدہ چیز ہے

قال (علیہ السلام): "من أخلاق الأنبیاء التّنظّف"

پیغمبروں کی صفات میں ہے کہ:
وہ صفائی کو پسند کرتے ہیں۔
لہٰذا جو شخص انبیائے کرام سے نسبت رکھتا ہے ___ اُسے صفائی پسند ہونا چاہیئے۔

خیانت؟

کسی شخص نے امام علیہ السلام سے عرض کیا، کہ میں نے فلاں امانت دار کے پاس ایک چیز رکھوائی تھی، لیکن امین ہونے کے باوجود اس نے خیانت کی۔

قال (علیہ السلام): "لم یخنك الأمین، و لکن أئتمنت الخائن"

(امامؑ نے فرمایا کہ: کسی امین شخص نے تمہارے ساتھ خیانت نہیں کی، بلکہ تم نے ہی ایک خیانت کار کو امانت دار بنالیا تھا۔)

۱۰

دانشمندی

قال (علیہ السلام): "التودد الی الناس نصف العقل"

امامؑ نے فرمایا ہے کہ:

"آدمی دانشمندی تو اسی بات میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آیا جائے۔

بالفاظ دیگر: جو شخص لوگوں سے محبت سے پیش آئے، اس نے اپنی پچاس فیصد دانشمندی ثابت کر دی۔

اب باقی پچاس فیصد، اس کے دوسرے اعمالِ حسنہ کے ذریعے واضح ہو گی۔

۱۱

ناپسندیدہ باتیں

قال (علیہ السلام): "إنّ اللہ یبغض القیل والقال وإضاعۃ المال وکثرۃ السؤال"

(امامؑ نے فرمایا کہ:

قیل و قال، مال کی بربادی، اور زیادہ سوال کرنے کو خداوند عالم ناپسند کرتا ہے)

لہٰذا بندۂ مومن کو بیجا گفتگو... وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۱۲

نیک بندے

"سُئِلَ عن خیارِ العباد؟ فقال (علیہ السلام): الّذین إذا أحسنوا استبشروا، وإذا أساؤا استغفروا، وإذا أُعطوا شکروا، وإذا ابتُلوا صبروا، وإذا غضبوا عفوا"

(آپ سے دریافت کیا گیا کہ:
سب سے اچھے بندے کون ہیں؟
امامؑ نے فرمایا کہ:
"وہ لوگ، کہ جب نیک کام کریں تو خوش ہوں۔
اُن سے کوتاہی ہو جائے تو استغفار کریں۔
نعمت ملے تو شکر ادا کریں۔ آزمائش آئے تو صبر کریں۔
اور جب (کسی پر) ناراض ہوں تو (اُسے) معاف کر دیں)

۱۳

خُدا پر بھروسہ

سُئِلَ (علیہ السلام) عن حدّ التوکّل؟
فقال (علیہ السلام): (أن لا تخاف أحداً إلّا اللہ)

(امامؑ سے دریافت کیا گیا کہ:
توکّل کی تعریف کیا ہے؟
فرمایا کہ: خداوندِ عالم کے سوا کسی سے نہ ڈرو)

اسی سے ملتا جلتا فقرہ، حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کا بھی ہے کہ:

"جو خدا سے ڈرتا ہے، اُسے کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی، لیکن جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا، اسے بکثرت چیزوں سے ڈرنا پڑتا ہے۔"

(نقل بالمعنی)

۱۴ ولیمہ کی شرعی حیثیت

قال (علیہ السلام): "من السنۃ إطعام الطعام عند التزویج"

امامؑ نے فرمایا کہ:

"شادی کے موقع پر (ولیمہ کا) کھانا کھلانا، سنّت ہے"

لیکن دوسری احادیث میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ:

اس ولیمہ کا مقصد نام و نمود، پیسے کی نمائش، اور اسراف، فضول خرچی نہ ہونا چاہیئے، بلکہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ غربا و مساکین، جو عام حالات میں اچھی غذا نہیں کھا سکتے، ان کو کھلایا جائے — ہاں دوسرے صاحبانِ ثروت وغیرہ کو بھی شامل کرنے میں، کوئی حرج نہیں ہے۔

فہم و بصیرت کی علامت

قال (علیہ السلام): "إنّ من علامات الفقه: الحلم والعلم والصمت باب من أبواب الحکمۃ انہ یکسب المحبۃ، إنہ دلیل علیٰ کلِّ خیر"

(امامؑ نے فرمایا کہ:

فقہ (اور دینی بصیرت) کی علامتوں میں سے: حلم بھی ہے، علم بھی۔

اور خاموشی حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے۔

یہ خاموشی، محبت کا اکتساب کرتی ہے اور ہر خیر کی (طرف) رہنمائی کرتی ہے)

یہاں یہ بات بھی خاص طور سے قابلِ توجہ ہے کہ:

"جو لوگ دین و دیانت سے دور ہیں، بلکہ مذہب کے خلاف بھی چرب زبانی کرنے پر فخر کرتے ہیں، انھیں "دانشور" کہا جاتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں خالقِ دوجہاں نے صرف اُن لوگوں کو "دانشور" قرار دیا ہے جو کائنات میں بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

جیساکہ سورۂ مبارکہ آلِ عمران میں ارشادِ قدرت ہے:

ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل و النھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السماوات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔

(بیشک زمین و آسمان کی پیدائش اور روز و شب کی آمد و رفت میں صاحبانِ دانش کیلئے نشانیاں ہیں۔

جو اٹھتے، بیٹھتے اور کروٹ لیتے ہوئے) خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور کرتے ہیں (اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں):

"پالنے والے، تو نے ان چیزوں کو بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے)

ملاحظہ فرمایئے:

سورۂ آلِ عمران" آیت نمبر ۱۹۰ ۱۹۱

قرآن مجید نے اُن لوگوں کو صاحبانِ دانش، یا دانشور کے نام سے یاد کیا ہے جو اپنی قوت فکر کو کائنات میں تدبر کیلئے استعمال کرتے ہیں، جن کا شیوہ یہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے... غرض ہر حالت میں ذکر خدا کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی خلقت پر غور و فکر کرکے یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ پالنے والے تو حکیم و مدبر ہے، تیرا کوئی کام حکمت و تدبیر سے خالی نہیں ہو سکتا، تو یہ وسیع و بیکراں کائنات بھی، تو نے کسی عظیم الشان مقصد ہی کے لئے پیدا کی ہے۔

(۱۶)

عقل کے بارے میں فرمایا

صَدِیْقُ کُلِّ امْرِیٍٔ عَقْلُہٗ وَعَدُوُّہٗ جَہْلُہٗ

(ہر شخص کی عقل اس کی دوست اور جہالت (و نادانی) اس کی دشمن ہے)

لَا یُعْبَأُ بِأَہْلِ الدِّیْنِ مِمَّنْ لَا عَقْلَ لَہٗ

(ان دین داروں کی پرواہ نہیں کی جائیگی جن کے پاس عقل نہ ہو)

(۱۷)

اجتناب نفس کے بارے میں فرمایا

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَہٗ رَبِحَ وَمَنْ غَفَلَ عَنْہَا خَسِرَ۔

(جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا، فائدہ اٹھائے گا اور جو اس کے بارے میں غفلت کریگا وہ نقصان میں رہے گا)

(۱۸)

خاموشی کے بارے میں فرمایا

مِنْ عَلَامَاتِ الْفِقْہِ — ای المعرفۃ — اَلْحِلْمُ وَالْعِلْمُ وَالصَّمْتُ

اِنَّ الصَّمْتَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْحِکْمَۃِ اِنَّ الصَّمْتَ یَکْسِبُ الْمَحَبَّۃَ اِنَّہٗ

دَلِیْلٌ عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ۔

فقر و معرفت کی علامتوں میں سے، بردباری علم اور خاموشی ہے (بشرطیکہ وہ دانشمندانہ ہو) بلاشبہ یہ خاموشی حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے۔

یہ خاموشی محبت پیدا کرتی ہے۔ اور ہر نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے)۔

(۱۹)

مومن کی پسندیدہ صفات کے بارے میں فرمایا۔

لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَكُونَ فِيهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ، سُنَّةٌ مِنْ رَبِّهٖ، وَسُنَّةٌ مِنْ نَبِيِّهٖ، وَسُنَّةٌ مِنْ وَلِيِّهٖ۔

فَاَمَّا السُّنَّةُ مِنْ رَبِّهٖ، فَكِتْمَانُ سِرِّهٖ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

"عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُولٍ"

وَاَمَّا السُّنَّةُ مِنْ نَبِيِّهٖ: فَمُدَارَاةُ النَّاسِ، فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَ نَبِيَّهٗ بِمُدَارَاةِ النَّاسِ فَقَالَ:

"خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ"

وَاَمَّا السُّنَّةُ مِنْ وَلِيِّهٖ: فَالصَّبْرُ فِي الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ

(کوئی مومن بھی اس وقت تک (صحیح معنوں میں) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں تین صفات نہ ہوں۔

ایک طریقہ اپنے پروردگار کا۔ ایک سنت اپنے نبی کی۔ اور ایک سیرت اپنے امام کی۔

۔ خدا کا طریقہ یہ کہ، راز کی بات کو چھپائے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے کہ۔ "وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا،

سوائے اپنے پسندیدہ رسولؐ کے ______ (سورۂ جن)

• - نبیؐ کی سنت لوگوں سے حسنِ سلوک ہے جس (کے بارے میں) خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ:
"درگذر سے کام لیجئے۔ اور بھلائی کا حکم دیجئے۔"

• - اور امام کی سیرت: مشکلات اور شدائد پر صبر ہے)۔

(۲۰)

کثرتِ گناہ کے بارے میں فرمایا۔

كُلَّمَا أَحْدَثَ الْعِبَادُ مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَعْمَلُونَ، أَحْدَثَ لَهُمْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَعْرِفُونَ۔

(جب بھی بندے اُن گناہوں کو ایجاد کرتے ہیں جن (کے انجام) کو نہیں جانتے تو اُن کے لئے وہ آزمائشیں ایجاد ہو جاتی ہیں، جن کو پہچاننے سے وہ قاصر ہوتے ہیں)

(۲۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرنے کے نتائج۔

لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُسْتَعْمَلَنَّ عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ فَيَدْعُو خِيَارُكُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ۔

(نیکی کا لازمی طور پر حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا ورنہ تم پر بدسرشت لوگ مسلط ہو جائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی)

۴۲

ایمان کے بارے میں فرمایا

اَلْاِیْمَانُ اَرْبَعَۃُ اَرْکَانٍ : اَلتَّوَکُّلُ عَلَی اللّٰہِ، وَ الرِّضَا بِقَضَاءِ اللّٰہ وَالتَّسْلِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالتَّفْوِیْضُ اِلَی اللّٰہِ۔

ایمان کے چار ستون ہیں:

- اللہ پر بھروسہ رکھنا۔
- اُس کے فیصلہ پر راضی رہنا۔
- اُس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا۔
- اور اپنے معاملات اسی کے سپرد کر دینا۔

۴۳

شکر کے بارے میں فرمایا

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ الْمُنْعِمَ مِنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ

(جو شخص مخلوقات میں سے اپنے محسن کا شکر نہ ادا کرے۔ وہ خداوند عالم کا بھی شکر گذار نہیں ہے)

۴۴

مساوات کے سلسلہ میں فرمایا

مَنْ لَقِیَ فَقِیْرًا مُسْلِمًا فَسَلَّمَ عَلَیْہِ خِلَافَ سَلَامِہٖ عَلَی الْغَنِیِّ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ۔

(جس شخص کی کسی تنگ دست مسلمان سے ملاقات ہو' اور وہ اسے سلام کرے' لیکن یہ اس سلام سے مختلف ہو جیسا کسی مالدار کو کرتا ہے تو جب یہ شخص خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو خدا اس سے ناراض ہوگا)

(۴۵)

مومن کیلئے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرو

امام نے فرمایا۔ مَنْ تَبَسَّمَ فِیْ وَجْهِ اَخِیْهِ الْمُوْمِنِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ حَسَنَةً وَمَنْ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ حَسَنَةً لَمْ یُعَذِّبْهُ۔

(جو شخص اپنے برادر مومن کیلئے مسکرائے' اس کے لئے خداوند عالم نیکی لکھے گا۔ اور جس کیلئے خدا نے نیکی لکھی ہو اسے عذاب نہیں دے گا۔)

(۴۶)

گناہ سے اجتناب کے بارے میں فرمایا

اِتَّقُوا اللّٰهَ اَیُّهَا النَّاسُ فِیْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ فَلَا تُنَفِّرُوْهَا عَنْكُمْ بِمَعَاصِیْهِ

(اے لوگو خداوند عالم نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں ان کے بارے میں اس سے ڈرتے رہو کہ گناہ کر کے نعمتوں کو اپنے سے متنفر نہ کردینا)

(۴۷)

صلہ رحم کے بارے میں فرمایا

امام جعفرِ صادقؑ کا فرمان ہے: صِلْ رَحِمَكَ وَلَوْ بِشَرْبَةِ مَاءٍ وَأَفْضَلُ مَا تُوصَلُ بِهِ الرَّحِمُ كَفُّ الْأَذَىٰ عَنْهُ

(صلۂ رحم کرتے رہو چاہے ایک گھونٹ پانی سے ہو۔ اور سب سے افضل صلۂ رحم اس کی پریشانی کو دور کرنا ہے)

(۴۸)

دانشمندی کی تکمیل کے بارے میں فرمایا

لَا يَتِمُّ عَقْلُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ حَتَّىٰ يَكُونَ فِيهِ عَشْرُ خِصَالٍ: اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولٌ وَالشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُونٌ يَسْتَكْثِرُ قَلِيلَ الْخَيْرِ مِنْ غَيْرِهِ وَيَسْتَقِلُّ كَثِيرَ الْخَيْرِ مِنْ نَفْسِهِ لَا يَسْأَمُ مِنْ طَلَبِ الْحَوَائِجِ إِلَيْهِ وَلَا يَمَلُّ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ طُولَ دَهْرِهِ، اَلْفَقْرُ فِي اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْغِنَىٰ وَالذُّلُّ فِي اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعِزِّ فِي عَدُوِّهِ وَالْخُمُولُ أَشْهَىٰ إِلَيْهِ مِنَ الشُّهْرَةِ۔

ثُمَّ قَالَؑ: اَلْعَاشِرَةُ، وَمَا الْعَاشِرَةُ؟ —— قِيلَ: مَا هِيَ؟

قَالَ: لَا يَرَىٰ أَحَدًا إِلَّا قَالَ: هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَأَتْقَىٰ —

إِنَّمَا النَّاسُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ خَيْرٌ مِنْهُ وَأَتْقَىٰ وَرَجُلٌ شَرٌّ مِنْهُ وَأَدْنَىٰ، فَإِذَا لَقِيَ الَّذِي شَرٌّ مِنْهُ وَأَدْنَىٰ قَالَ: لَعَلَّ خَيْرَ هٰذَا بَاطِنٌ وَهُوَ خَيْرٌ لَهُ، وَخَيْرِي ظَاهِرٌ وَهُوَ شَرٌّ لِي، وَإِذَا رَأَى الَّذِي هُوَ خَيْرٌ

مِنْهُ وَالَّتِي تَوَاضَعَ لَهُ لِيَلْحَقَ بِهِ۔ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ عَلَا مَجْدُهُ وَطَابَ خَيْرُهُ وَحَسُنَ ذِكْرُهُ وَسَادَ أَهْلَ زَمَانِهِ

(کسی مرد مسلمان کی دانشمندی اُس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتی جب تک اس میں مندرجہ ذیل دس باتیں نہ ہوں۔

۱۔ نیکی کے لئے اُس سے امید رکھی جائے۔

۲۔ یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ کسی کے ساتھ برائی کرے گا۔

۳۔ دوسروں کی تھوڑی نیکی کو بھی بہت سمجھے۔

۴۔ اپنے زیادہ کارِ خیر کو بھی کم سمجھے۔

۵۔ لوگ اس کے پاس اپنی حاجتیں لے کر آئیں تو پریشان نہ ہو۔

۶۔ ساری زندگی طلبِ علم سے تھکن محسوس نہ کرے۔

۷۔ اللہ کی راہ میں فقیری اسے تونگری سے زیادہ اچھی لگے۔

۸۔ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی دشمنِ خدا کے ہاں معزز ہونے سے زیادہ پسند ہو۔

۹۔ گمنامی کی بہ نسبت شہرت اُسے زیادہ مرغوب ہو۔

اس کے بعد امام نے فرمایا کہ:

اور دسویں بات!۔ (کیا بتاؤں) وہ دسویں بات کیا ہے؟

کسی نے عرض کیا کہ: کون سی بات؟

امام نے فرمایا کہ:

۱۰۔ جس کو بھی دیکھے۔ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے اور زیادہ پرہیزگار ہے کیونکہ دو قسم کے لوگ (اُسے ملیں گے):

(۱)۔ ایسا شخص جو (دیکھنے میں بھی) اس سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہوگا۔

(۲):۔ وہ، جو (دیکھنے میں) اس سے برا اور کمتر ہوگا؟

اگر ایسے شخص کو دیکھے جو (بظاہر) اس سے بُرا اور کمتر ہے تو یہ خیال کرے کہ:

شاید اس کی نیکی چھپی ہوئی ہو جو اس کے لئے بہتر ہو اور میری نیکی جو ظاہر ہے میرے لئے وبال بنے۔

اور جب ایسے شخص کو دیکھے جو اس سے زیادہ پرہیزگار ہے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے تاکہ اس جیسا ہو جائے۔

اگر کوئی شخص ایسا طرز عمل کرے تو اس کا شرف بلند ہوگا، اس کے کارِ خیر میں پاکیزگی پیدا ہوگی، اس کا ذکر اچھا ہو جائے گا اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سربرآوردہ ہوگا)

امام کی طرف منسوب تالیفات

مورخین کرام نے متعدد تالیفات کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہم ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

(۱)

"جوامع شریعت" میں آپ کا رسالہ

کہتے ہیں کہ فضل بن سہل نے آپ سے درخواست کی تھی کہ شریعت اسلامیہ کے احکام: حلال وحرام اور فرائض وسنن کو آپ ایک رسالہ کے اندر یکجا کر دیں۔

چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل ابواب لکھوا دیئے:

افعالِ وضو۔

نواقضِ وضو۔

واجب غسل۔

مستحب غسل۔

واجب نمازیں۔

پنجگانہ نماز۔

اوقاتِ نماز۔

نمازی کا لباس۔
مسافر کی نماز۔
جنازہ کی نماز۔
روزہ۔
زکواۃ۔
زکواۃ میں مختلف چیزوں کا نصاب۔
خمس کا فریضہ۔
فطرہ کے احکام۔
تراویح کی حیثیت۔
مستحب روزے۔
مکروہ اور حرام روزے۔
حج و عمرہ کے آداب۔
حج تمتع۔
حج افراد۔
حج قران۔
جہاد کی اہمیت۔
جہاد کے اقسام۔
جہاد اکبر کی فضیلت۔
تقیہ کی شرعی حیثیت۔
طلاق کے بارے میں حکمِ شریعت۔
ازدواج کے احکام۔

تعدد کے شرائط۔
زوجین کے حقوق و فرائض۔
اولیائے خدا سے محبت۔
دشمنانِ دین سے نفرت
خالق کی معصیت کر کے کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی ہے۔
میراث کا قانون۔
حقداروں کے طبقات۔
موانع ارث۔
اولاد کے سلسلے میں ماں باپ کے فرائض۔
عقیقہ کے احکام۔
بندوں کے افعال۔
جبر و تفویض۔
ارادہ و اختیار۔
اسلام و ایمان میں فرق۔
حرام و حلال۔
ماکولات و مشروبات۔
اسلامی آداب۔

(۲)

طبی مسائل کے بارے میں آپ کا رسالہ

ہمارے ائمہ طاہرین علیہ السلام صرف فقہ و شریعت ہی کے پاسبان نہیں تھے، بلکہ پروردگارِ عالم نے انھیں جملہ علوم و معارف سے سرفراز کر کے بھیجا ہے یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے جس موضوع پر گفتگو کی ہمارے امام کو ایک بحر ذخار پایا۔ مامونؔ کے دربار میں اگر ایک طرف مختلف ادیان و مذاہب کے لوگ جمع رہتے تھے جن میں باہمی بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری تھا۔ تو دوسری طرف مختلف ممالک سے آئے ہوئے وہ ماہرینِ فن تھے جو اپنی فنکاریوں سے اہلِ دربار کو محوِ حیرت کرتے رہتے تھے اور جب لوگ بے بسی محسوس کرتے تھے تو مشکل کشائی کے لئے امامِ وقت کی بارگاہ میں جبہ سائی کرتے تھے۔

ایک دفعہ عباسی حکمرانؔ کے دربار میں طب و حکمت کی دنیا کے مندرجہ ذیل ماہرین جمع تھے:

یوحنا ابن ماسویہ۔
جبرئیل ابن بختیشوع۔
ہندوستان کے ماہر طب: صالح بن بہلہ۔
ان لوگوں نے طب سے متعلق معاملات پر نہایت طویل لیکن دقیق اور عمیق

بحثیں کیں جس کے بعد عباسی حکمران نے امام رضا علیہ السلام سے درخواست کی:
فرزندِ رسول اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اور یہ سمجھنے کے لئے کہ غذاؤں میں کون سی ہمارے لئے مفید ہیں اور کون سی نقصان دہ۔ کس موسم میں جسم کی حفاظت کیلئے کون سی تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔ اور جسمِ انسانی کو عوارض و اسقام سے بچانے کیلئے کیا کیا احتیاط ضروری ہے، اگر آپ کچھ جامع ہدایات سے ہم لوگوں کو سرفراز فرماتے (تو پوری امت اس سے فیض حاصل کرتی)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:
"میرے پاس کچھ تجربات ہیں جن کی صحت کو آزمائش کی کسوٹی پر (خوب) پرکھا جاچکا ہے، اور ہمارے بزرگان کے علاوہ کچھ ایسے نسخے بھی ہیں جو لوگوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں۔
میں ان میں سے کچھ ضروری باتوں کو ایک رسالہ کے اندر جمع کردوں گا۔"

پھر امام علیہ السلام نے طب سے متعلق جملہ ضروری مسائل لکھوا کر ایک رسالہ عباسی حکمران کے پاس بھیج دیا۔
وہ رسالہ اُسے اتنا پسند آیا کہ اُس نے دربار کے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے سونے کے پانی سے لکھا جائے۔
اسی وجہ سے اس رسالہ کا نام ذہبیہ (سونے والا رسالہ ہوگیا)۔
پھر اُس نے اس کے بہت سے نسخے اپنی اولاد، اہل خاندان اور حکومت کے اعیان کیلئے لکھوائے۔
اس کے بعد کثیر تعداد میں اس کے نسخے مرتب کرا کے طب و حکمت کے مراکز اور دنیا بھر کے طبی ماہرین کے پاس روانہ کردیئے۔ اور اس کے ساتھ

ایک شاہی خط بھی سب لوگوں کو بھیجا گیا۔ جس میں امام علیہ السلام کی غیر معمولی مدح و ثنا کے ساتھ اس رسالہ کو بھی زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

اس رسالہ کو ساری دنیا میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ہر دور کے علماء و محققین نے اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی کئے اور شرحیں بھی لکھیں۔

چنانچہ تادمِ تحریر اس کے بیس ترجمے اور شرحیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

(۱):۔ سنہ ۱۱۲۲ھ ہجری میں جناب سید عبداللہ نے اس کی شرح لکھی۔

(۲):۔ سنہ ۳۲۹ھ ہجری میں سید محمود صفی مفاتیح الصحت مرتب کی جس میں طب النبیؐ۔ اور طب الائمہ کے ساتھ اس رسالہ "ذہبیہ" کی مختصر شرح بھی لکھی۔

(۳):۔ سید ضیاء الدین ابو الرضا فضل اللہ بن علی راوندی (متوفی ۵۳۵ھ) نے اسے مندرجہ ذیل نام سے پیش کیا: ترجمۃ العلوی للطب الرضوی

(۴):۔ فیض اللہ عصارہ شوستری نے جو فتح علی خاں کے معاصر تھے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۵):۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۶):۔ ابن محمد ہاشم نامی طبیب نے فارسی میں اس کی شرح لکھی۔

(۷):۔ محمد شریف بن محمد صادق نے اس کی شرح لکھی جس کا ذکر "الابدان" میں کیا ہے۔

(۸):۔ صفوی بادشاہ سلطان حسین کے معاصر جناب میرزا محمد ہادی ابن محمد صالح الشیرازی نے اس کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا

"عافیۃ البریہ فی شرح الذہبیہ"

(۹):۔ جناب محمد بن الحاج محمد حسن مشہدی مدرس۔

(۱۰) :۔ سید شمس الدین محمد بن محمد بدیع رضوی مشہدی نے اسکی شرح لکھی، جو ۱۱۲۵ھ میں مکمل ہوئی۔

(۱۱) :۔ محمد بن یحییٰ نے اس رسالہ کی فارسی زبان میں شرح لکھی۔

(۱۲) :۔ نوروز علی بسطامی نے بھی اس کی شرح لکھی جس کا تذکرہ "فردوس التواریخ" میں ہے۔

(۱۳) :۔ الحاج مرزا کاظم موسوی زنجانی۔ متوفی ۱۲۹۲ھ نے اس کی شرح "محمودیہ" کے نام سے لکھی۔

(۱۴) :۔ سید نصر اللہ موسوی اردبی نے فارسی زبان اس کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا۔

"الطب الرضوی"

(۱۵) :۔ سید میرزا علی نے بھی فارسی میں اس کی شرح لکھی۔

(۱۶) :۔ حسین بن نصر اللہ موسوی نے بھی اس کا ترجمہ کیا۔ جس کا نام رکھا

"ترجمۃ الموسوی فی طب الرضوی"

(۱۷) :۔ ابو القاسم سحاب نے اس کی شرح فارسی میں لکھی اور اس کا نام ———

"بہداشت رضوی"

رکھا۔ یہ کتاب ان کی تالیف : زندگانی امام رضا علیہ السلام جلد اول کے آخر میں شائع ہوئی۔

(۱۸) :۔ ڈاکٹر سید زیتی نے جدید سائنس کی روشنی میں اس کی شرح لکھی ہے۔ جو بغداد سے شائع ہوئی۔

(۱۹) :- عبدالواسع نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۲۰) :- مولانا مقبول احمد دہلوی صاحب نے اردو زبان میں اس کی شرح لکھی۔ جو حیدر آباد دکن (ہندوستان) سے شائع ہوئی تھی۔

جس کا نام :

• الذہبیہ فی اسرار العلوم الطبیہ

ہے۔

(حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا : باقر شریف قرشی ص ۲۰۱)

بعض مورخین نے اسے "مسندِ امام رضاؑ" کے نام سے یاد کیا ہے۔

اس کتاب میں زیادہ تر وہ احادیث ہیں جو آپؑ نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت رسولِ خداؐ اور اپنے آباؤ اجداد یعنی حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت فرمائی ہیں۔

مندرجہ ذیل قابلِ ذکر کتابوں میں اسے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی تالیف قرار دیا گیا ہے:

کشف الظنون ... ... جلد ۲، صفحہ ۱۰۷۶۔

ہدایۃ العارفین ... ... جلد ۱، صفحہ ۶۶۸۔

معجم المؤلفین ... ... جلد ۷، صفحہ ۲۵۰۔

الذریعہ ... ... جلد ۱۵، صفحہ ۱۷،۱۸۔

کشف الحجب والاستار ... ... صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷

بحار الانوار ... ... جلد ۱، صفحہ ۱۱۔

مستدرک الوسائل ... ... جلد ۳، صفحہ ۳۴۴۔

النجاشی ... ... صفحہ ۱۵۹

الامالی ... ... شیخ صدوق علیہ الرحمہ

التوحید ... ... " "

عیون اخبار الرضاؑ (تالیف) " " وغیرہ

اور جیسا کہ عصرِ حاضر کے عظیم المرتبت صاحبِ قلم علامہ باقر شریف القرشی نے لکھا ہے۔

مسندِ امام رضاؑ (یا صحیفۂ امام رضاؑ) خاندانِ نبوت کے (علمی ذخیروں) اہلبیتِ طاہرینؑ علیہم السلام کے خزانوں میں سے اور ائمہ طاہرینؑ کی وہ (عظیم الشان) میراث ہے جس کے جلیل القدر استاد فضل و شرف کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں۔

(جیسا کہ ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے "صحیفۃ الرضا" میں لکھا ہے)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی یہ کتاب مندرجہ ذیل دس ابواب پر مشتمل ہے

۱۔ پہلا باب: ذکرِ خدا

اس میں بیس احادیث ہیں جو کلمۂ توحید کی فضیلت اور ذکرِ الٰہی کی عظمت کے بیان پر مشتمل ہیں۔

۲۔ دوسرا باب: اذان کے بارے میں

جس میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ: "جب حضرت رسولِ خدا معراج پر تشریف لے گئے تھے تو پروردگارِ عالم نے آپؐ کو اذان کی تعلیم دی اور پھر آپؐ نے اپنی امت کو یہ طریقہ بتایا۔

اس باب میں نو۹ احادیث ہیں جن میں روزانہ کی پانچ واجب نمازوں۔ یعنی:
فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا کو وقت پر ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید ہے —
اور حضورِ اکرم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ:
روزِ قیامت بندہ سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، اگر اس نے نمازیں مکمل طریقہ سے ادا کی ہونگی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اسے واصلِ جہنم کیا جائے گا۔
نیز۔ اسی باب میں نماز جنازہ کا طریقہ بتایا گیا ہے، جو واجب کفائی ہے، اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہے اگر کوئی نہ پڑھے، تو سب گنہگار ہوں گے۔

۴۔ چوتھا باب حضراتِ اہلبیتؑ کے فضائل پر مشتمل ہے

یہ باب چند فصلوں پر تقسیم ہے

پہلی فصل فضائلِ امیرالمومنینؑ

اس فصل میں بہت بڑی تعداد میں اُن احادیث کا تذکرہ ہے جو حضرت رسولِ خدا نے حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل میں بیان فرمائی ہیں جن میں یہ احادیث بھی ہیں کہ:

● ۔ روزِ قیامت حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خداوندِ عالم کی طرف سے کہا جائے گا کہ:

نعم الاب ابوک ابراھیم و نعم الاخ اخوک علی بن ابی طالبؑ

(حضرت ابراہیمؑ تمہارے سب سے اچھے باپ اور علی بن ابی طالبؑ تمہارے سب سے اچھے بھائی ہیں)۔

● ۔ حضرت رسولِ خداؐ نے امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یَا عَلِیُّ لَوْ لَاکَ لَمَا عُرِفَ الْمُؤْمِنُوْنَ بَعْدِیْ۔

(اے علیؑ۔ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد اہلِ ایمان کی شناخت نہ ہوتی)

● ۔ حضرت رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یَا عَلِیُّ اِنَّکَ اُعْطِیْتَ ثَلَاثًا مَا اُعْطِیْتُ اَنَا مِثْلَهُنَّ۔

قُلْتُ: فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَا اُعْطِیْتُ؟

قَالَ: اُعْطِیْتَ صِهْرًا مِثْلِیْ وَاُعْطِیْتَ مِثْلَ زَوْجَتِکَ فَاطِمَةَ وَاُعْطِیْتَ مِثْلَ وَلَدَیْکَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ۔

(اے علیؑ۔ تمہیں تین چیزیں ایسی ملی ہیں جیسی خود مجھے نہیں ملیں۔

عرض کیا... وہ کیا؟

فرمایا.... تمہیں میرے جیسا خسر ملا۔ تمہیں فاطمہؑ جیسی شریکِ حیات ملی۔ تمہیں حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے ملے)

دوسری فصل — فضائل جناب زہراؑ

اس فصل میں شہزادی کونین خاتون جنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں بہت سی احادیث ہیں، ہم تیمنا اور تبرکا ان میں سے دو حدیثیں نقل کرتے ہیں :

(۱) حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَیَغْضِبُ لِغَضَبِ فَاطِمَۃَ وَیَرْضٰی لِرِضٰھَا۔

(فاطمہؑ کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے اور اُن کے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے)

(۲) حضورِ اکرم کا ارشاد ہے :

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ نَادٰی مُنَادٍ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ:
یَا مَعَاشِرَ الْخَلَائِقِ غُضُّوا اَبْصَارَکُمْ حَتّٰی تَجُوْزَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍؐ

(جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کی جانب سے ایک منادی آواز دے گا:

اے لوگو— اپنی نظریں جھکاؤ تاکہ پیغمبرِ اکرم کی بیٹی فاطمہ زہراؑ گذر سکیں)

تیسری فصل — امام حسنؑ امام حسینؑ اور انکی اولاد کے فضائل

اس فصل میں بھی بہت بڑی تعداد میں احادیث ہیں جن میں حضرت

رسولِ خدا نے حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور اُن کی اولادِ طاہرین۔ ائمہ معصومین۔ علیہم السلام اور ان کی اولاد کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔

جن میں مندرجہ ذیل حدیثیں بھی ہیں:

- اَرْبَعَۃٌ اَنَا شَفِیْعٌ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ:
اَلْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ، وَالْقَاضِیْ لَھُمْ حَوَائِجَھُمْ وَالسَّاعِیْ لَھُمْ فِیْ اُمُوْرِھِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا اِلَیْہِ وَالْمُحِبُّ لَھُمْ بِقَلْبِہٖ وَلِسَانِہٖ
میں قیامت کے دن ۴ قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا۔
- میری اولاد کا احترام کرنے والے۔
- ان کی ضروریات پوری کرنے والے۔
- اگر وہ مشکلات میں ہوں تو اُن کے کام آنے والے۔
- اور دل و جان سے اُن سے محبت کرنے والے۔
- اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَاءِ وَاَھْلُ بَیْتِیْ وَاَوْلَادِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ۔
ستارے آسمان والوں کیلئے باعثِ امان ہیں، اور میرے اہلبیت اور میری اولاد، میری اُمت کیلئے باعثِ امان ہیں۔
- مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا زُجَّ فِی النَّارِ
میرے اہلبیت کشتیِ نوحؑ کے مانند ہیں جو ان سے وابستہ ہوگا نجات پائے گا، جو روگردانی کرے گا، داخلِ جہنم ہوگا۔

اس باب میں ۲۲ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) :۔ حضورؐ کا فرمان ہے :

اِنَّ الْمُؤمِنَ لَیُعْرَفُ فِی السَّمَاءِ کَمَا یُعْرَفُ الرَّجُلُ فِیْ اَھْلِہٖ ...

(جس طرح کوئی شخص اپنے گھر والوں کے درمیان معروف ہوتا ہے اُسی طرح مومن آسمان والوں کے درمیان معروف ہوتا ہے)

(۲) حضورؐ اکرم کا ارشاد ہے :

عَلَیْکُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَاِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ فِی الْجَنَّۃِ لَا مَحَالَۃَ۔

تم لوگوں پر خوش اخلاقی فرض ہے، کیونکہ خوش اخلاق آدمی یقیناً جنت میں جائے گا۔

(۳) ۔ حضورؐ اکرم سے یہ حدیث بھی منقول ہے کہ :

مَا مِنْ مَائِدَۃٍ وُضِعَتْ فَقَعَدَ عَلَیْھَا مَنْ اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ اَوْ اَحْمَدُ اِلَّا قُدِّسَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْمَنْزِلَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ۔

(جس دسترخوان پر محمد یا احمد نام کا آدمی بیٹھا ہو اُس گھر کو خداوند عالم دن میں دو بار پاکیزگی عطا کرے گا)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اس صحیفے میں اُن تمام باتوں کا تذکرہ ہے جن کی انسان کو اپنی زندگی میں ضرورت پیش آسکتی ہے۔

چنانچہ اس باب میں:

اُن کھانوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جو انسانی زندگی کے لئے باعثِ تقویت ہیں۔ اُن میوہ جات کا تذکرہ ہے جن کا استعمال زیادہ منفعت بخش ہے۔

اور اُن روغنیات کا بھی ذکر ہے، جو زیادہ فرحت افزاء اور صحت بخش ہیں۔

پروردگارِ عالم نے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کو اتنی اہمیت دی ہے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر خداوندِ عالم نے اپنے حق کا تذکرہ کرنے کے بعد ماں باپ کے حق کا تذکرہ فرمایا ہے اور اُن کے سلسلہ میں مختلف آداب بیان فرمائے ہیں۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ

لَّهُمَا اُفٍّ...

(اور تمہارے پروردگار کا یہ فرمان ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اگر تمہارے سامنے اُن میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہوجائیں، تو اُن سے اف بھی نہ کہنا...)

اس آیت کے ذیل میں "صحیفۂ رضا" میں امام ابوجعفر حضرت محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ :

اَدْنَی الْعُقُوْقِ اُفٍّ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ شَیْئًا اَهْوَنَ مِنْ اُفٍّ لَنَهٰی عَنْهُ۔

(کمترین نافرمانی اُف (کہنا) ہے اگر علمِ خدا میں اس سے ہلکا کوئی لفظ ہوتا تو خداوندِ عالم اس سے بھی منع کرتا۔)

اور صلۂ رحم کے بارے میں امام جعفرِ صادقؑ سے منقول ہے کہ :

صِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْاَخْلَاقِ زِیَادَةٌ فِی الْاِیْمَانِ

(صلۂ رحم اور خوش اخلاقی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے)

آٹھواں باب ۸
دھوکہ دہی، غیبت اور چغل خوری کی ممانعت

مذکورہ بالا تینوں خرابیاں معاشرے کو کھوکھلا کر دیتی ہیں اس لئے خدا و رسول اور ہمارے ائمہ طاہرینؑ نے بہت شدت کے ساتھ ان باتوں

سے منع کیا ہے۔

حضرت رسولخدا کا ارشاد ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا اَوْ ضَرَّهُ اَوْ مَاكَرَهُ.

(جو شخص کسی مسلمان کو دھوکہ دے یا نقصان پہونچائے، یا چالبازی کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

امام چہارم حضرت زین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

اِيَّاكُمْ وَالْغِيْبَةَ فَاِنَّهَا اِدَامُ كِلَابِ اَهْلِ النَّارِ

(خبردار۔ غیبت نہ کرنا، کیونکہ غیبت جہنمی لوگوں کے کتوں کی غذا ہے۔)

نواں باب (۹) غزوات و جہاد کے بارے میں

پروردگار عالم نے جہاد کو نہایت اہم فریضہ قرار دیا ہے، اور غزوات میں حصہ لینے والے مجاہدین کے لئے نہایت عظیم الشان اجر و ثواب کی نوید سنائی ہے۔

اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کا مشہور فرمان ہے کہ:

اِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ.

(یقیناً جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے)

"صحیفۃ الرضا" کے اس باب میں ان فضائل و مناقب کا تذکرہ ہے جو حضور اکرم نے مجاہدین راہ خدا اور اسلامی غزوات میں حصہ لینے والوں کے بارے میں فرمائے ہیں۔

اس باب میں مختلف موضوعات پر سرکارِ ختمی مرتبتؐ اور حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے حکیمانہ ارشادات کو جمع کیا گیا ہے۔

اس باب کی مندرجہ ذیل باتیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

احادیث قدسیہ (جن میں خداوندِ عالم نے اپنے بندوں کو مخاطب کیا ہے)

حضور اکرمؐ کو اپنی امت کے بارے میں خاص طور سے کن باتوں کا اندیشہ تھا۔؟

روزِ قیامت ہر انسان اپنے امامؑ کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

سوچنا چاہیئے کہ۔ اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ ہمارا تعلق کتنا مضبوط ہے۔؟

قیامت میں سب کا حساب ہوگا، البتہ مشرک براہِ راست، واصلِ جہنم ہوگا۔

اولاد کے سلسلہ میں ہماری ابتدائی ذمہ داری۔ (اسی طرح بندوں کے ساتھ یہ اصول کہ)؛ "نہ دھوکہ دو، نہ دھوکہ کھاؤ۔

اہل۔ اور غیر اہل، دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

دینداری کے بعد سب سے بڑی دانش مندی کیا ہے۔؟

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا اجر و ثواب۔

اعتکاف کی شرائط۔

موت سے بے خبری اور اس کے نتائج۔

اللہ کی نافرمانی ہو تو کسی بندے کی اطاعت کیسی؟

بندوں سے شرماتے ہو خدا سے نہیں شرماتے؟

ایوبؑ کا صبر۔

نوحؑ کا شکر۔

اولادِ یعقوبؑ کا حسد۔؟

اور اس جیسے نہایت اہم امور!!

فقہ رضوی

حضرات ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام کی طرف جو چیزیں منسوب کر دی گئی ہیں ان میں سے ایک کتاب جسے "فقہ الرضا" (یا فقہ رضوی) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیعیانِ حیدر کرارؑ کے یہاں ابتدائی ادوار، گذشتہ صدیوں میں اس کا کوئی ذکر کسی بھی عہد میں نہیں ملتا۔

بلکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے ہزار برس کے بعد علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے زمانہ میں ایک چیز اچانک منظرِ عام پر آگئی جسے "فقہ الرضا" کا نام دے دیا گیا۔

پھر آگے چل کر فاضل کاشانی، صاحب ریاض اور محدث بحرانی وغیرہ کی تالیفات میں اس کا ذکر آگیا۔

لیکن بیشتر علماء و محققین نے اس کی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ اسے ان چیزوں میں سے شمار کیا گیا ہے، جنھیں لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر کے امام معصومؑ کی طرف منسوب کر دیا۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتیں خاص طور سے قابلِ غور ہیں۔

(۱) ہمارے علمائے کرام اور محققینِ عظام نے ہر دور میں حضرات ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی خصوصاً شیخ کلینیؒ،

شیخ طوسی، شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور اُن کے بعد کے وہ بزرگان جنھوں نے اہلبیت طاہرینؑ کے ارشادات کو جمع کیا۔ مگر آٹھ نو صدیوں کے دوران کسی تک یہ کتاب کیوں نہ پہنچی۔؟

(۲) شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حضرت امام علی رضاؑ کے ارشادات کو یکجا کرنے کی نہایت قابلِ قدر کوشش فرمائی اور "عیون اخبار الرضاؑ" میں آپ کے سارے ارشادات کو اکٹھا کر دیا۔ مگر اس میں اس کتاب کی طرف کوئی اشارہ نہیں تھا۔

(۳) اس کتاب میں بکثرت ایسی باتیں ہیں جو مذہب اہلبیتؑ کے عقائد و مسلمات کے خلاف ہیں۔

حضرات اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام کے ارشادات میں دعا کو عبادت کا جوہر قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ معصومؑ کا فرمان ہے کہ:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

(دعا عبادت کا مغز ہے)

پروردگارِ عالم نے بندوں کو دعا مانگنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔

(مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا)

اور یہ خوشخبری بھی سنائی ہے کہ: میں بندوں سے دور نہیں ہوں۔ ان کی بات سنتا ہوں۔

ارشادِ قدرت ہے :

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي، فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔

(اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (بتا دیجئے کہ) میں نزدیک ہی ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں)

انبیائے کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی حیاتِ طیبہ پر غور کریں تو ان خاصانِ خدا کا دعا سے خصوصی ارتباط نظر آتا ہے۔
حضرت آدمؑ سے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بکثرت انبیائے کرام کی دعاؤں کو قرآنِ مجید نے اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔
اور احادیث کی کتابوں کا دامن ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تعلیم کردہ دعاؤں سے چھلک رہا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔
عَلَيْكُمْ بِسِلَاحِ الْأَنْبِيَاءِ (تم لوگوں کے لئے انبیاء کا اسلحہ ضروری ہے)
پوچھا گیا کہ انبیاء کا اسلحہ کیا ہے؟
فرمایا : اَلدُّعَاءُ۔ (دعا۔ انبیا کا اسلحہ ہے)
اصول کافی جلد ۲ : ۳۶۴

آپ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ :

دعا چپکے چپکے مانگا کرو۔ (گویا اس طرح اپنا مدعا پیش کرنا چاہیئے۔ کہ دوسرے لوگوں کو پتہ نہ چلے)

امام کا ارشاد ہے کہ :

دَعْوَةُ الْعَبْدِ سِرّاً دَعْوَةً وَاحِدَةً تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ دَعْوَةً علانية

(بندہ مخفی طور سے ایک دعا کرے تو وہ ان ستر (۷۰) دعاؤں کے مساوی ہے جو علانیہ طور پر کی جائیں)

(اصول کافی ۲ ۶۰۲)

امام علیہ السلام خود بہت زیادہ دعا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ :

"خداوند عالم کو بندہ کی دعا بہت اچھی لگتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دیر تک اس کی دعا سنتا رہے' تو بندے کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ قبولیتِ دعا میں تاخیر ہو گئی۔

(نقل بالمعنیٰ)

اصول کافی' المصباح' اعیان الشیعہ' مہج الدعوات وغیرہ جیسی عظیم الشان کتابوں میں امام کی تعلیم کردہ بہت سی دعائیں موجود ہیں۔

ان دعاؤں میں امن وامان کے لئے مانگی جانے والی دعائیں بھی ہیں شدائد کے موقع پر مانگی جانے والی دعائیں بھی' دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی

دعائیں بھی، رُکے ہوئے کاموں کے انجام پذیر ہونے کی دعائیں بھی، وسعتِ رزق کی دعائیں بھی، پریشانیوں سے بچنے کی دعائیں بھی، عافیت طلب کرنے کی دعائیں بھی، اور انسانی زندگی میں پیش آنے والی گوناگوں مشکلات کے دور ہونے کی دعائیں بھی۔

ہم اختصار کے طور پر آپ کی چند دعاؤں کے تذکرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

۱ امن و ایمان کی دعا

يَا مَنْ دَلَّنِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ، وَذَلَّلَ بِتَصْدِيْقِهٖ، أَسْأَلُكَ الْأَمْنَ وَالْإِيْمَانَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

(اے وہ جس نے اپنی ذات کی طرف میری رہنمائی کی، میرے دل کو اپنی تصدیق کیلئے رام کیا۔ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں امن و ایمان مانگتا ہوں۔)

۲ ہدایت او ثبات قدم کی دعا

اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي الْهُدٰى وَثَبِّتْنِيْ عَلَيْهِ وَاحْشُرْنِيْ عَلَيْهِ آمِنًا

اٰمِنَ مَنْ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِ، وَلَاحُزْنَ وَلَاجَزَعَ، اِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ.

(خداوندا — مجھے ہدایت عطا فرما، اس پر مجھے ثابت قدم رکھنا اور قیامت میں مجھے اسی پر اٹھانا ایسے امن و اطمینان کے ساتھ جس میں نہ خوف ہو، نہ رنج و غم، اور نہ کسی قسم کا اضطراب) بیشک — تو ہی تقویٰ و پرہیزگاری اور بخشش و مغفرت والا ہے)

۳ مغفرت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ ذُنُوْبِيْ وَكَثْرَتَهَا قَدْ اَخْلَقَتْ عِنْدَكَ وَجْهِيْ وَحَجَبَتْنِيْ عَنِ اسْتِيْهَالِ رَحْمَتِكَ، وَبَاعَدَتْنِيْ عَنِ اسْتِيْجَابِ مَغْفِرَتِكَ وَلَوْلَا تَعَلُّقِيْ بِاٰلَائِكَ وَتَمَسُّكِيْ بِالدُّعَاءِ، وَمَا وَعَدْتَ اَمْثَالِيْ مِنَ الْمُسْرِفِيْنَ وَاَشْبَاهِيْ مِنَ الْخَاطِئِيْنَ، وَاَوْعَدْتَ الْقَانِطِيْنَ مِنْ رَحْمَتِكَ، بِقَوْلِكَ:

"يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ."

وَحَذَّرْتَ الْقَانِطِيْنَ مِنْ رَحْمَتِكَ فَقُلْتَ:

"وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ اِلَّا الضَّالُّوْنَ"

"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ"

(اے پالنے والے! گناہ اور ان کی کثرت نے تیری بارگاہ میں چہرے کو بے رونق کر دیا ہے، تجھ سے رحمت کی درخواست کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے اور تجھ سے مغفرت کا سوال کرنے میں حیا دامنگیر ہے۔ پس تیری نعمتوں سے ارتباط، دعا سے تمسک۔ اور میری طرح سے کوتاہی کرنے والے بندوں، اور مجھ جیسے خطاکاروں سے (بخشش کا) جو وعدہ تو نے کیا ہے (وہ سہارا دیتا ہے) کہ تو نے خود فرمایا۔

"اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنے نفس کے ساتھ کوتاہیاں کی ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، یقیناً خدا سارے گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اور رحمتِ خدا سے ناامید ہونے والوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

(اور گمراہ لوگوں کے علاوہ کون اپنے پروردگار کی رحمت سے مایوس ہوگا؟

پھر تو نے اپنے لطف و کرم سے ہم لوگوں کو یہ حکم دیا کہ تجھ سے دعا مانگیں۔ چنانچہ تو نے فرمایا:

مجھ سے دعا مانگو، میں قبول کرنے والا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے واصلِ جہنم ہوں گے۔

۴ طلبِ رزق کی دعا

يَا مَنْ يَمْلِكُ حَوَائِجَ السَّائِلِيْنَ وَيَعْلَمُ ضَمِيْرَ الصَّامِتِيْنَ لِكُلِّ مَسْئَلَةٍ مِنْكَ سَمْعٌ حَاضِرٌ وَجَوَابٌ عَتِيْدٌ، وَلِكُلِّ صَامِتٍ مِنْكَ عِلْمٌ بَاطِنٌ مُحِيْطٌ، اَسْأَلُكَ بِمَوَاعِيْدِكَ الصَّادِقَةِ وَاَيَادِيْكَ الْفَاضِلَةِ، وَرَحْمَتِكَ الْوَاسِعَةِ، وَسُلْطَانِكَ الْقَاهِرِ وَمُلْكِكَ الدَّائِمِ، وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ يَا مَنْ لَا تَنْفَعُهُ طَاعَةُ الْمُطِيْعِيْنَ، وَلَا تَضُرُّهُ مَعْصِيَةُ الْعَاصِيْنَ۔ (صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ)۔ وَاَغْنِنِيْ مِنْ فَضْلِكَ۔ وَاَعْطِنِيْ فِيْمَا تَرْزُقُنِي الْعَافِيَةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(اے وہ جس کے قبضۂ قدرت میں سوال کرنے والوں کی حاجتیں ہیں، جو خاموش رہنے والوں کے بھی دلی حالات سے باخبر ہے۔ تو ہی ہر سوال کو سننے والا ہے اور (اس کا) جواب بھی معین ہے... تیرا باطنی علم سب پر محیط ہے۔

میں تجھ سے اُن چیزوں کا سوال کرتا ہوں جن کے بارے میں تیرا سچا وعدہ ہے، اور تیرے احسانات وافر ہیں، تیری رحمت وسیع ہے، تیری سلطنت غالب ہے تیری مملکت دائمی ہے۔ اور تیرے کلمات بھرپور ہیں۔

اے وہ ذات کہ اطاعت کرنے والوں کی اطاعت سے اُسے

کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور نہ گنہ گاروں کی معصیت سے اُسے کوئی نقصان پہونچتا ہے۔

(حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نازل فرما)

مجھے اپنے فضل سے سرفراز فرما۔ اور اپنی رحمت سے عافیت کی مجھ پر ارزانی فرما۔ تجھے تیری رحمت کا واسطہ۔ اے تمام مہربانوں (اور رحم کرنے والوں) سے زیادہ رحم کرنے والے

۵ متعدد حاجات کیلئے دُعا

اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْقُدْرَۃِ الْجَامِعَۃِ وَالرَّحْمَۃِ الْوَاسِعَۃِ وَالْمِنَنِ الْمُتَتَابِعَۃِ وَالْاٰلَاۗءِ الْمُتَوَالِیَۃِ وَالْاَیَادِی الْجَمِیْلَۃِ وَالْمَوَاھِبِ الْجَزِیْلَۃِ۔

یَا مَنْ خَلَقَ فَرَزَقَ، وَاَلْھَمَ فَاَنْطَقَ، وَابْتَدَعَ فَشَرَعَ، وَعَلَا فَارْتَفَعَ، وَقَدَّرَ فَاَحْسَنَ، وَصَوَّرَ فَاَتْقَنَ، وَاحْتَجَّ فَاَبْلَغَ وَاَنْعَمَ فَاَسْبَغَ، وَاَعْطٰی فَاَجْزَلَ، وَمَنَحَ فَاَفْضَلَ۔

یَا مَنْ سَمَا فِی الْعِزِّ فَفَاتَ خَوَاطِرَ الْاَبْصَارِ، وَدَنَا فِی اللُّطْفِ فَجَازَ ھَوَاجِسَ الْاَفْکَارِ، یَا مَنْ تَفَرَّدَ بِالْمُلْکِ فَلَا نِدَّ لَہٗ فِیْ مَلَکُوْتِ سُلْطَانِہٖ، وَتَوَحَّدَ بِالْکِبْرِیَاۗءِ فَلَا ضِدَّ لَہٗ فِیْ جَبَرُوْتِ شَانِہٖ۔

يَا مَنْ حَارَتْ فِي كِبْرِيَاءِ هَيْبَتِهِ دَقَائِقُ لَطَائِفِ الْأَوْهَامِ، وَانْحَسَرَتْ دُونَ إِدْرَاكِ عَظَمَتِهِ خَطَائِفُ أَبْصَارِ الْأَنَامِ، يَا عَالِمَ خَطَرَاتِ قُلُوبِ الْعَالَمِينَ، وَشَاهِدَ لَحَظَاتِ أَبْصَارِ النَّاظِرِينَ.

يَا مَنْ عَنَتِ الْوُجُوهُ لِهَيْبَتِهِ، وَخَضَعَتِ الرِّقَابُ لِعَظَمَتِهِ وَجَلَالِهِ، وَوَجِلَتِ الْقُلُوبُ مِنْ خِيفَتِهِ، وَارْتَعَدَتِ الْفَرَائِصُ مِنْ فَرَقِهِ.

يَا بَدِيُّ، يَا بَدِيعُ، يَا عَلِيُّ يَا رَفِيعُ، صَلِّ عَلَى مَنْ شَرُفَتِ الصَّلَاةُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، وَانْتَقِمْ لِي مِمَّنْ ظَلَمَنِي فِي دَارِ الشَّيْعَةِ عَنْ بَابِي، وَأَذِقْهُ مَرَارَةَ الذُّلِّ وَالْهَوَانِ كَمَا أَذَاقَنِيهَا، وَاجْعَلْهُ طَرِيدَ الْأَرْجَاسِ، وَشَرِيدَ الْأَنْجَاسِ.

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ.

عباسی حکمران مامون نے اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کیلئے حضرت امام علی رضا
کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی تھی کہ آپ ولیعہدی کا منصب قبول کرلیں۔
امامؑ نے ابتداء اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن جب اس کی
طرف سے غیر معمولی اصرار کے بعد آپ نے قبول فرمایا تو یہ شرط رکھدی کہ کسی کو کسی عہدہ پر
فائز کرینگے نہ کسی کو معزول کریں گے نہ امور مملکت میں کسی قسم کا حصہ لیں گے
اور نہ کسی کام میں مداخلت کریں گے۔

ان تمام باتوں کو عباسی حکمران نے منظور کرلیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ:
امام علیہ السلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتنی زیادہ ہے کہ لوگ والہانہ انداز سے
ان کی طرف چلے آرہے ہیں ان کے اس قدر گرویدہ ہیں کہ جب وہ نماز عید کے لئے
اپنے جد بزرگوار حضرت رسولخدا کے انداز سے تکبیر بلند کرتے ہوئے بیت الشرف سے
نکلے تو اس روح پرور منظر کو دیکھنے کیلئے ساری مملکت سے لوگ اتنی بڑی تعداد
میں جمع ہو گئے تھے کہ ان کے عظیم الشان اجتماع کو دیکھ کر عباسی حکمران کو اپنے
قصر حکومت کی دیواریں ہلتی ہوئی نظر آئیں۔
اس نے محسوس کیا کہ لوگوں کے دلوں پر امام علیہ السلام کی ایسی حکمرانی ہے کہ
ان کے ایک اشارے پر اسکی مملکت زیر و زبر ہو سکتی ہے۔

چنانچہ وہ رشک وحسد کی آگ میں جل کر رہ گیا اور امام کیخلاف سازش تیار کرنے لگا۔

ظاہر ہے جو بدسرشت حکمران اپنے بھائی امین کی محدود حکومت اور اسکے اختیارات کو برداشت نہ کر سکا اور اس کا سر قلم کر کے اپنے دربار میں جشن مسرت منایا" وہ خاندانِ اہلبیت کی کسی شخصیت کی ایسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کیسے برداشت کر سکتا تھا جس سے اسکے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو۔
لیکن چونکہ ولیعہدی پیش کر کے اُن سے عقیدت کا ڈھونگ رچا چکا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف کھلم کھلا کوئی جارحانہ اقدام بھی نہیں کر سکتا تھا۔
چنانچہ اُس نے زہر کے ذریعہ آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنے کا منصوبہ بنا کر اہلِ ایمان کو اپنے آٹھویں آقا کے سایۂ عاطفت سے محروم کیا۔
آپ کی شہادت کے سلسلہ میں برصغیر میں دو تاریخیں مشہور ہیں۔

۱۷ صفر۔ ۲۳ ذلقعدہ۔
البتہ ایران میں ۲۹ صفر کو بھی آپ کا غم بڑے پیمانہ پر منایا جاتا ہے۔
طوس کی سرزمین پر جب لوگوں کو امامؑ کی شہادت کی خبر ملی تو لاکھوں افراد روتے پیٹتے اور دہاڑیں مارتے ہوئے گھروں سے نکل آئے ہر شخص ماتم اور سینہ کوبی میں مصروف نظر آیا۔ دیواروں پر سیاہ چادریں لگا دی گئیں لوگ سیاہ پرچم لے کر سڑکوں پر نکل آئے اور سارا شہر سوگوار نظر آنے لگا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ اٹھایا گیا تو ہر طرف انسانوں کا ایک سمندر نظر آرہا تھا جو غم سے نڈھال تھا۔ ہر ایک زبان پر ایک ہی فریاد تھی۔

"واعلیاہُ۔ وا اماماہُ"۔ "وا مصیبتاہُ"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام میں سے ہر ایک کی زیارت پیش پروردگار تقرب کا درجہ رکھتی ہے جس کے بارے میں سرکار ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ جَاءَنِي زَائِراً لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقّاً عَلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(جو شخص میری زیارت کو آئے۔ اور سوائے زیارت کے کوئی اور حاجت اس کے پیش نظر نہ ہو تو مجھ پر فرض ہے کہ روز قیامت اس کی شفاعت کروں۔

(ملاحظہ فرمایئے: در منثور جلد ۱، ص ۵۹۶ کنز العمال ۱۲: ۲۵۶)

نیز۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا ؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ اَتَانِي زَائِراً وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي، وَمَنْ وَجَبَت لَهُ شَفَاعَتِي وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

جو میری زیارت کو آئے، اس کی شفاعت مجھ پر فرض ہے، اور جس کی شفاعت مجھ پر فرض ہو جائے اس کا جنت میں جانا

لازمی ہے۔

(کافی: ۴ : ۵۴۸)

ایک اور حدیث میں حضورؐ اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ زَارَنِي أَوْ زَارَ أَحَدًا مِنْ ذُرِّيَّتِي زُرْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَنْقَذْتُهُ مِنْ أَهْوَالِهَا۔

(جو شخص میری زیارت کرے، یا میری اولاد (ائمہ طاہرین) میں سے کسی کی زیارت کرے تو میں قیامت میں اس سے ملاقات کروں گا۔ اور وہاں کی سختیوں سے اسے نجات دلاؤں گا)

(کامل الزیارات صہ ۷)

اس جگہ، امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی نقل کردہ دو احادیث کا ذکر بھی بہت مناسب ہے۔

(۱) علی بن حضال کا بیان ہے کہ... خراسان کا ایک شخص امام علی رضا کی خدمت میں (مدینہ منورہ میں) حاضر ہوا، اور اس نے بتایا:

"اے فرزند رسولؐ! میں نے خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا، جو مجھ سے فرما رہے تھے کہ:

"تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب میرے جگر کا ٹکڑا تمہارے ہاں دفن ہوگا، اور تم لوگ میری امانت کے محافظ بنو گے اور میرا ایک ستارہ تمہاری مٹی میں چھپایا جائے گا۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ۔"وہ میں ہوں، جو تمہاری سرزمین پر دفن ہوں گا، میں تمہارے پیغمبرؐ کے جگر کا

ٹکڑا، ان کی امانت، اور اُن کا ایک تارہ ہوں۔
جو شخص میرے حق کی معرفت رکھتے ہوئے میری زیارت کو آئیگا میرے آباؤ اجداد روزِ قیامت اس کی شفاعت کریں گے۔

(۲) حمدان دیوانی کی روایت ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا ہے:

مَنْ زَارَنِي عَلَىٰ بُعْدِ دَارِي اَتَيْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ حَتّٰى اُخَلِّصَهُ مِنْ اَهْوَالِهَا: اِذَا تَطَايَرَتِ الْكُتُبُ يَمِيْناً وَ شِمَالاً، وَعِنْدَ الصِّرَاطِ، وَعِنْدَ الْمِيْزَانِ۔

دور دراز کی مسافت سے جو شخص میری زیارت کو آئے، میں روزِ قیامت تین مقامات پر اُس کے پاس آؤں گا تاکہ وہاں کی سختیوں سے اُسے بچاؤں:-

۱: جب لوگوں کو اُن کے نامۂ اعمال دائیں اور بائیں ہاتھ میں دیئے جا رہے ہوں گے۔
۲: جب پُلِ صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا۔
۳: جب میزان میں اُس کے نامہ اعمال کو تولا جا رہا ہوگا۔

(اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴)

مشہد مقدس کی برکتیں

قرآنِ مجید میں خالقِ دوجہاں نے کچھ گھروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُن کو بلند رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے۔

فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ۔

(یہ چراغ ایسے گھروں میں ہیں جن کیلئے اللہ نے اجازت دی ہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔ صبح و شام اُن میں ایسے لوگ خدا کی تسبیح کرتے ہیں جن کو ذکرِ خدا اور نماز قائم کرنے سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے اور نہ کاروبار)

(سورہ مبارکہ النور آیت ۳۶، ۳۷)

جس کے ذیل میں اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ:

جب حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کی تو لوگوں نے دریافت کیا۔

"اے خدا کے رسولؐ یہ کن لوگوں کے گھر ہیں؟

آنحضرت نے فرمایا: بُیُوْتُ الْاَنْبِیَاءِ (انبیاء کے گھر)

ایک بزرگ نے اس موقع پر حضرت علیؑ اور جناب سیدہؑ کے بیت الشرف کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ:

"کیا یہ گھر بھی، ان ہی گھروں میں سے ہے؟
حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:
نَعَمْ۔ مِنْ اَفَاضِلِهَا (ہاں۔ اُن میں سے افضل گھروں میں سے ہے)

(بحار ۲۳: ۳۲۵)

پروردگارِ عالم نے حضرت علیؑ اور جناب سیدہؑ کے گھر کو، اور انکی اولاد ائمہ طاہرینؑ کے گھروں کو وہ عظمت و رفعت شان عطا کی ہے جس نے ان کے گھروں اور ان کے روضۂ اقدس کو پوری دنیا میں ممتاز بنا دیا ہے، جہاں اطراف واکنافِ عالم سے ہزاروں مشتاقانِ زیارت، کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

زیارت کے ثواب کے ساتھ ساتھ، اپنی مرادیں بھی پاتے ہیں اور ان مقدس مقامات کی برکتوں کے مادّی و معنوی خزانوں سے اپنے دامن کو مالا مال کر کے واپس جاتے ہیں۔

تاریخ کا دامن ایسے سیکڑوں۔ ہزاروں واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ ہم اختصار کے پیشِ نظر۔ ان میں سے چند واقعات کے تذکرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

"ابو بکر الحمامی الفراد"، جو اصحابِ حدیث میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک شخص نے ایک بڑی امانت، میرے پاس رکھوائی، جسے

میں نے کسی جگہ چھپا کر رکھ دیا۔ سپھر بھول گیا کہ کہاں رکھی ہے۔
ایک مدت کے بعد وہ شخص اور اس نے اپنی امانت مانگی۔
میں چونکہ بالکل بھول چکا تھا۔ اس لئے حیرت میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں، اور وہ شخص جس کی امانت تھی، مجھ پر الزام لگانے جس کی وجہ سے مجھے شدید صدمہ پہونچا۔
میں حیران و پریشان، گھر سے نکلا، دیکھا کہ بہت سے لوگ مشہد مقدس کی طرف جا رہے ہیں۔
میں بھی ان لوگوں کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے روانہ ہو گیا۔
جب روضۂ اقدس پر پہونچا تو زیارت کی اور خدا سے دعا مانگی کہ وہ مجھے دکھا دے میں نے اس شخص کی وہ امانت کہاں رکھی ہے۔
دعا کرنے کے بعد میں وہیں سو گیا، خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم نے وہ امانت فلاں جگہ زیر زمیں دفن کر دی تھی۔
جب میں زیارت کر کے گھر واپس آیا، تو اس شخص کے پاس گیا، اور اس کو بتایا کہ، تمہاری امانت فلاں جگہ، زیر زمیں دفن ہے۔
حالانکہ خود میرا دل نہیں مان رہا تھا کہ میں نے وہاں اسے وہاں دفن کیا ہوگا۔
لیکن جس کا مال تھا، اس نے معین جگہ پر زمین کھودی تو وہ امانت وہیں مل گئی۔ اس پر مالک کی مہر بھی لگی ہوئی تھی۔
اس واقعہ کے بعد اس شخص نے یہ معمول بنا لیا کہ لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کرتا تھا، اور انھیں تاکید کرتا تھا کہ امام علیہ السلام کی زیارت کو جایا

کریں۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ابو الحسن محمد بن عبداللہ الہروی کا مندرجہ ذیل واقعہ رقم کیا ہے:

راوی بیان کرتا ہے کہ:

مشہد مقدس میں بلخ کا ایک صاحب ثروت' زیارت کے لئے آیا اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔

امام علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر دونوں حاضر ہوئے۔ وہ شخص امامؑ کے سر اقدس کے پاس نماز پڑھ رہا تھا۔ اور امامؑ کے پائے مبارک کی طرف وہ غلام مصروف عبادت تھا۔

دونوں نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدے میں چلے گئے' اور بہت دیر تک سجدے میں ہی پڑے رہے۔

جب مالک نے سجدے سے سر اٹھایا تو غلام ابھی تک سجدے کی حالت میں تھا۔ مالک نے غلام کو آواز دی تو وہ لبیک کہتا ہوا اس کے پاس حاضر ہوا۔

مالک نے پوچھا: "آزاد ہونا چاہتے ہو۔؟

کہنے لگا: ہاں۔

مالک نے کہا کہ "میں تمہیں خدا کی خوشنودی کی خاطر آزاد کرتا ہوں' اور بلخ میں فلاں کنیز کو بھی آزاد کرتا ہوں' اور تم دونوں کی آپس شادی کروں گا' جس کا اتنا مہر ہو گا جو میں خود ادا کروں گا' اور اپنی فلاں جائیداد تم دونوں کے نام اور تمہاری اولاد کے نام وقف کرتا ہوں' اور ان سب باتوں پر امام علی رضاؑ

علیہ السلام کو گواہ بناتا ہوں۔
یہ سب عنایات سن کر وہ غلام بے ساختہ رونے لگا، اور خدا کی قسم کھا کر اس نے بتایا کہ وہ سجدے میں (امام علیہ السلام کا واسطہ دے کر) بعینہٖ یہی دعا مانگ رہا تھا جو اس قدر جلد پوری ہو گئیں۔

محمد بن احمد الشیبانی نیشاپوری کا بیان ہے کہ :
امیر نصر بن ابی علی الصغانی جو صاحب جیش (فوج کا کمانڈر) مجھ پر مہربان تھا اور صغانی لوگوں کے درمیان مجھے اپنی نشست میں عزت دیتا تھا جس کی وجہ سے اس کے بعض صغانی ساتھی مجھ سے حسد کرتے تھے۔
ایک دفعہ اس امیر نے ایک تھیلی دی جس میں تین ہزار درہم تھے تھیلی کے اوپر مُہر لگی ہوئی تھی، اُس نے مجھ سے کہا کہ میں اسے اُس خزانے میں رکھ دوں۔
میں امیر کے پاس سے نکلا، اور جہاں پر بہت سے دربان بیٹھے تھے، میں بھی وہ تھیلی اپنے پاس رکھ کر بیٹھ گیا، اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔
اسی دوران کسی نے وہ تھیلی چرالی جس کا مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ امیر ابوالنصر کا ایک غلام جس کا نام "تحطلغ تاش" تھا، وہ بھی وہاں موجود تھا۔
جب میں اٹھنے لگا تو دیکھا کہ وہ تھیلی تو موجود ہی نہیں (جسے مجھے امیر کے خزانے میں رکھنا تھا۔)
میں نے وہاں موجود تمام لوگوں سے تھیلی کے بارے میں دریافت کیا۔
سب نے انکار کیا، اور کہنے لگے کہ تم نے تو یہاں کوئی چیز رکھی ہی نہیں، تلاش کیا کر رہے ہو؟"
میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں، پھر جب

اُن لوگوں نے اس قسم کی باتیں کہیں تو میں نے سوچا کہ اس تھیلی کی گمشدگی کے بارے امیر ابوالنصر کو بتانا مناسب نہیں ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مجھ پر الزام لگا دے۔

اب میں حیران و پریشان تھا کہ کیا کروں۔ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ تھیلی کس نے لی ہے!۔

پھر مجھے یاد آیا کہ میرے والد جب کبھی رنج و غم میں مبتلا ہوتے تھے، تو مشہد مقدس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے تھے، امام کی زیارت کرتے تھے، اور وہاں خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے تو ان کا رنج و غم دور ہو جاتا تھا (اور مشکل آسان ہو جاتی تھی۔)

چنانچہ اگلے روز میں نے ابوالنصر کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی:

"اے امیر!۔ مجھے طوس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے، کیونکہ مجھے ایک ضرورت پیش آگئی ہے!

امیر نے پوچھا کہ: ایسی کیا حاجت پیش آئی ہے (کہ ابھی جانا ضروری ہو گیا)؟

میں نے کہا کہ میرا ایک طوسی غلام تھا جو بھاگ گیا ہے، وہ تھیلی بھی غائب میرا خیال ہے کہ اُسی نے یہ حرکت کی ہے۔

امیر نے کہا:۔ دیکھو۔ خیال رکھنا، تمہارے بارے میں میری رائے خراب نہ ہونے پائے!

میں نے کہا کہ: خدا کی پناہ۔

امیر نے کہا: اگر تمہارے آنے میں تاخیر ہوئی تو میرے مال کا ضامن کون ہوگا؟

میں نے کہا کہ:۔ اگر چالیس دن کے بعد بھی میں واپس نہ آیا تو میرا گھر اور میری تمام املاک آپ کے سامنے ہے (اپنے نمائندے) ابو الخزاعی کو لکھئے گا کہ میرے تمام مال اسباب پر قبضہ کر کے آپ کے حوالے کر دیں)

اس کے بعد امیر نے مجھے طوس جانے کی اجازت دیدی۔ میں منزل بہ منزل کرایہ کی سواریاں حاصل کر کے مشہد مقدس پہونچ گیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کی اور قبر مبارک کے سرہانے خداوند عالم کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہا کہ وہ تھیلی جہاں موجود ہے اس کی میرے لئے نشاندہی کر دی جائے۔

دعا کرتے کرتے سو گیا، خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا، جو مجھ سے فرما رہے تھے:

"اٹھو۔ تمہاری حاجت پوری ہو گئی۔

میں اٹھا، وضو کیا، خوب نمازیں پڑھیں اور دعا مانگی۔۔۔ اسی دوران مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا، اور میں نے خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"وہ تھیلی "خطلخ تاش" نے چرائی ہے۔ اور اپنے گھر میں فلاں جگہ چھپائی ہے" امیر ابو النصر الصنعانی کی مہر کے ساتھ وہ اب بھی وہیں موجود ہے۔"

حضور اکرمؐ سے یہ بشارت سننے کے بعد میں واپسی کیلئے روانہ ہوا۔ اور چالیس دن میں ابھی تین دن باقی ہی تھے کہ میں امیر ابو النصر کے پاس پہونچ گیا، اور اس کے دربار میں حاضر ہو کر بتایا کہ میری حاجت پوری ہو گئی۔

امیر نے کہا۔۔۔ "خدا کا شکر ہے۔

پھر میں وہاں سے نکلا (گھر پہونچ کر) کپڑے بدلے اور دوبارہ امیر کے پاس آیا۔ تو اس نے پوچھا کہ۔ "وہ تھیلی کہاں ہے۔؟"

میں نے کہا "تھیلی تو خطلخ تاش کے پاس ہے!

امیر نے کہا: کیسے پتہ چلا ۔۔؟

میں نے کہا کہ: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضہ پر حضرت رسولؐ خدا نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔

یہ سُن کر امیر ابوالنصر کے بدن میں کپکپی دوڑ گئی اور اس نے حکم دیا کہ خطلخ تاش کو ابھی حاضر کیا جائے۔

جب وہ آیا تو امیر نے پوچھا کہ: تم نے ان کی جو تھیلی اٹھائی تھی کہاں رکھی ہے۔۔؟

خطلخ تاش امیر کے بہت پسندیدہ غلاموں میں سے تھا' اس نے تھیلی کے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کیا تو امیر نے حکم دیا کہ اسے ضرب کی دھمکی دی جائے۔

میں نے کہا: "اے امیر! آپ اسے نہ ماریں، حضرت رسولؐ خدا نے مجھے وہ جگہ بتا دی ہے جہاں اس نے وہ تھیلی رکھی ہے۔

امیر نے پوچھا: کس جگہ؟

میں نے کہا کہ اسی "خطلخ تاش" کے گھر کے اندر فلاں جگہ' اور اُس پر تو آپ کی مہر بھی ابھی تک موجود ہے۔

چنانچہ امیر نے اپنے ایک معتبر آدمی کو خطلخ تاش کے گھر بھیجا' اور حکم دیا کہ فلاں جگہ زمین کھود کر دیکھا جائے۔

وہ آدمی معینہ جگہ پر پہنچا اور زمین کھودی تو وہ تھیلی برآمد ہوگئی جس پر مہر بھی لگی ہوئی تھی۔۔۔ اس نے وہاں سے لا کر امیر کی خدمت میں پیش کر دی۔

جب امیر نے وہ تھیلی' اور اس پر اپنی مہر کو دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگا:

"اے شیبانی۔۔ میں اس سے پہلے' تمہاری اس فضیلت سے بے خبر تھا

اب تمہارا اکرام و احترام میرے نزدیک اور بڑھ گیا۔
"اگر تم نے مشہد مقدس جاتے وقت مجھے بتایا ہوتا کہ تم حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ پر جا رہے ہو تو میں تمہیں اپنی سواری پر بھیجتا۔
میں نے کہا کہ: مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہیں وہ ترکی لوگ (جو مجھ سے حسد کرتے ہیں) مزید کینہ توزی پر آمادہ نہ ہو جائیں اور مجھے کسی نئی آزمائش میں نہ ڈال دیں۔

(ملاحظہ فرمائیے:
عیون اخبار الرضاؑ
بحوالہ: اثبات الہداۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۹۱)

حیات سرورِ کائنات ص

تحریر

حجۃ الاسلام علامہ

سید رضی جعفر نقوی

معصومہ پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر 18168 کراچی 74700 پاکستان

عصمہ پبلیکیشنز کی فہرست کتب
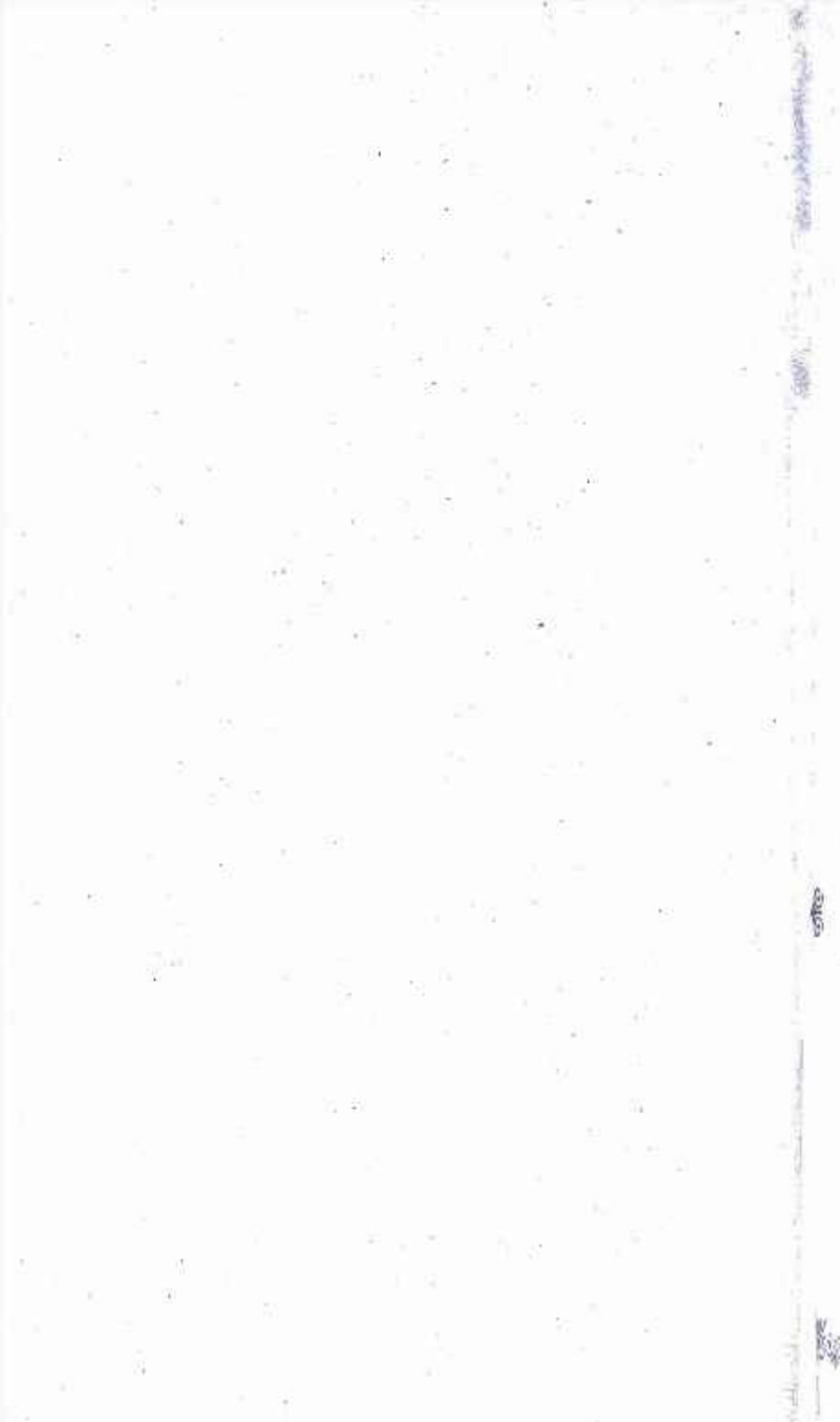
پی۔او باکس نمبر- 18168 کراچی 74700 پاکستان
Phone: 4134753

Name of Books	Name of Books	Name of Books
علامہ السید ذیشان حیدر جوادی	**علامہ السید رضی جعفر نقوی**	**ڈاکٹر علامہ السید ضمیر اختر نقوی**
قرآن مجید ترجمہ وتفسیر	سوانح علی	ام البنین
تلاوت قرآن	سوانح حسن	شہر بانو
نہج البلاغہ	سوانح حسین	معجزہ اور قرآن (عشرہ مجالس)
مفاتیح الجنان	سید الساجدین	
نقوش عصمت (چودہ ستارے)	امام محمد باقر	
قرنی ہاشم	خطبات جناب فاطمہ	
ابوطالب مومن قریش	دستور حیات	**پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی**
امام جعفر صادق	**الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی**	مقامات مقدسہ
فدک تاریخ کی روشنی میں	علی مولا	ریشہ نعت
تجلی	زینب بنت علی	واجد علی شاہ و انکی شاعری اور مرثیے
کربلا	علمدار کربلا	مولا علی کے پچیس سال مدینہ میں
خلافت و امامت	جنگ جمل	**سید آصف حسن رضوی**
علم رجال	تاریخ کربلا	وظائف الصالحین اول و دوم
صحیفہ کاملہ	اسلام کی نامور خواتین	وظائف الصالحین سوم
صحیفہ زہرا	وارث آخری امام	جنات و شیاطین
گوہر یکتا	مختار نامہ	فرشتے
تحفہ رضویہ	بنی ہاشم کے بچے کربلا میں	**متفرق فہرست کتب**
	سکینہ سکینہ ہے	نہج الاسرار
ذیشان مجالس	کربلا کا ننھا شہید	تفسیر کربلا (فروغ کاظمی)
محفل مجالس	مولا علی کے فیصلے	نجات (عشرہ مجالس)
کربلا شناسی	مولا علی کی جنگیں	غدیر سے کربلا تک (عشرہ مجالس)
خلق عظیم	**محترمہ عالیہ ایوب**	سائنس اور مذہب اسلام (عشرہ مجالس)
رسالت الٰہیہ	علی مولا کے معجزات	منتخب نمازیں
توحید	مولا عباس کے معجزات	وظائف الابرار
حسین منی	احادیث رسول اللہ	
امامت الحسین	مولا علی کے اقوال	**احمد پبلیکیشنز کی فہرست کتب**
عرفان رسالت		جناب سیدہ کی کہانی
اسلام میں عقیدہ وعمل	**پروفیسر سید سبط جعفر زیدی**	۱۴ معجزے
عقیدہ و جہاد	انتخاب بستہ جلد اول	مجموعہ وظائف
	انتخاب بستہ جلد دوم	گوہر یکتا

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ، لاہور۔ فون: 7223689
مکتبہ الرضا اردو بازار لاہور۔ فون: 7223689
محمد علی بک ڈپو G9/2 اسلام آباد۔ موبائل: 0333-5224572
حسن علی بک ڈپو کھارادر، کراچی۔ فون: 2433055
مکتبہ علمیہ رضویہ امام بارگاہ، کراچی۔ فون: 6686907